22 – الحج
23-المؤمنون
24- النور

سُوْرَةُ مُؤْمِنُوْنَ

قرطبی نے کہا کہ یہ تمام سورہ مکی ہے۔ اسکی آیتیں ایکسو انیس[۱۱۹] اہل بصرہ کے پاس اور ایکسو اٹھارہ سوا دونکے پاس ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب خداوند عالم نے جنت کو پیدا کیا تو حکم ہوا بات کر[۲] عرض کی قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ
اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ
حٰفِظُوْنَ ۙ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۚ
فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۚ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَ
عَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۘ اُولٰٓئِكَ هُمُ
الْوٰرِثُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۔ ایمان والے اپنی

لِاَمٰنٰتِهِمْ ابن کثیر بغیر الف سے پڑھتے

صَلَاتِهِمْ حمزہ وکسائی کے واحد ۱۲

سلہ دانی نے کتاب العدد میں فرمایا ۱۲ سلہ ابن عدی وحاکم اور بیہقی اسماء وصفات میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی سنت میں اور ابن مردویہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسکے مثل (در)۔

مراد کو پہونچ گئے۔ کہ جو اپنے نماز مین عاجزی کرتے۔ اور جو لغو بات سے منہ موڑتے۔ اور جو زکوٰۃ

عرائس مین ہے ایمان والے اپنی مراد کو پہنچ گئے۔ یعنے نورِ سعادت کمال عارفون کو ہے جو اللہ تعالیٰ کے مشاہدہ سے سرفراز ہوئے جنھون نے عدم مین اللہ تعالیٰ کو بخطاب قدم جواب صحیح دیا اور قدیم کو قدم کے ساتھ مشاہدہ کیا جو اپنی نماز مین عاجزی کرتے ہین۔ وہ لوگ ہین کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ قایم ہوئے۔ اسطرح کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے مشاہدہ مین مقام مناجات مین ہیبت کے ساتھ ادب سے حاضر ہوئے۔ اور جو لغو بات سے منہ موڑتے ہین۔ پس وہ سوائے ذکرِ حبیب عزوجل کے باقی سب لغو شیاطین سے خواہ شیاطین انس ہون یا جن اور لغو خطرات نفس وغیرہ سے منہ موڑتے ہین کیونکہ اللہ تعالیٰ عارفین کی طبیعت ایسی پیدا کرتا ہے کہ انکی طبیعت کسی لغو و لہو کو نہین چاہتی۔ اور جو زکوٰۃ دیا کرتے ہین وہ اپنے اموال و اجسام و ارواح کو اللہ تعالیٰ کے معاملہ مین اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے صدقہ کرتے ہین۔ اور جو اپنی شرمگاہون کی حفاظت کیا کرتے ہین۔ اسکی تفسیر ظاہر ہے اور منجملہ پردہ کے یہ ہے کہ اولیاء الٰہی اپنے اسرار کو غیرون سے پوشیدہ رکھتے ہین۔ مگر اپنے بیبیون یا اپنے ہاتھ کے مال۔ ہم عصر یا خالص ارادت والون پر اظہار کرنے مین مضائقہ نہین۔ کہ ان مین کچھ الزام نہین۔ اسصورت سے ان پر کوئی افشائے راز نہین ہے۔ پھر جو اسکے علاوہ طلب کرے تو وہی لوگ حد (شرع) سے گذر جانے والے ہین۔ اور جس نے حق عزوجل کا بھید ایسے شخص کے سامنے فاش کیا جو اُس کے لائق نہین ہے تو اُس نے حدودِ الٰہی سے تجاوز کیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے محجوب ہوگا۔ اور نفس کی حرکات بجانب شہوات ہوا کرتی ہین۔ تو جس نے حرکاتِ نفس کو اُن سے حفاظت نہ کی جہنم مین گریگا۔ اور غفلت مین پڑجائے گا۔ اور جو اپنے امانتون اور اپنے عہد کا پاس لحاظ رکھتے ہین۔ روح و قلب و عقل و سرِ باطن ان سب کے واسطے ایمان و برہان و یقین و معرفت کا انکشاف غیب سے ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی غیبی امانت اُن کے پاس پہونچتی ہے تو اُسکی حفاظت کرنا چاہئے کیونکہ وہ خطرات و وساوس شیطانی و معارضہ نفسانی کو توڑ ڈالے اور ریاضت اختیار کرلے۔ اور وہ اپنے رب کی توحید مین یعنے روز ازل مین جو اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کے خطاب کا جواب دے اُن بندون کا شیوہ ہے پس وہ اسکی طاعت و موافقت مین استقامت کے ساتھ قایم ہین۔ اور جو اپنی نمازون کی حفاظت کرتے ہین۔

دیا کرتے۔ اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کرتے ہین مگر اپنے بیبیون یا اپنے ہاتھ کے مال (یعنے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۷۳) نماز مواصلت ومناجات ہے اس حالتِ حضوری مین صفائی کے اندر وسواس سے قلب کی حفاظت رکھتے ہین۔ اور مناجات مین استقامت وادب سے حاضر رہتے ہین۔ پھر جن بندون کے یہہ اوصافِ پاکیزہ اور یہہ احوال شریفہ ہین اور معاملہ اُن کا اپنے رب عزوجل کے ساتھ اس ادب وقاعدہ سے ہے۔ تو اُن کے واسطے فضل وکرم بھی بے قیاس ہے پھر بیان فرمایا کہ جنتِ غیب مین نعمت مشاہدہ کے وارث ہین اور حجلۂ ملکوت مین تقرب پائے ہوئے ہین۔ اور خلوصِ عبودیت واخلاص توحید وتجرید ربوبیت سے ایسے نعمت سے سرفراز ہوئے کہ سبحان اللہ وبحمدہ اُن کے حق مین انعام فرمایا۔ یہی لوگ وارث ہین جو فردوس کی میراث پا گئے فضلِ الٰہی سے انہون نے معرفتِ الٰہی کو پایا جبکہ انہون نے روزِ ازل مین حق عزوجل کو مشاہدہ کیا اور اس سے اُن کو وراثتِ مشاہدہ ابد تک حاصل ہوگی۔ ابن عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ایمان والے مراد کو پہونچے مقام اعلےٰ وقرب وسعادتِ عظمےٰ کو پہونچ گئے۔ اور فلاح اُسکو ہے جس نے وعدہ الٰہی کے موافق تصدیق کی۔ شیخ احمد بن عاصم نے کہا کہ شیخ انطاکی نے فرمایا کہ وہ مومن ہے جسکی بضاعت مولیٰ عزوجل ہو۔ اور دشمن رکھے دنیا کو اور دوست رکھے عقبےٰ کو اور اُسکا زادِ راہ تقویٰ ہو اور مجلس اُسکی یادِ خدا ہو۔ شیخ قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اپنی نماز مین عاجزی کرتے ہین۔ یہ بندے شروطِ ادب کے ساتھ قائم ہوتے ہین اس خوف سے کہ مناجات کی برکت نہ جاتی رہے۔ جب انہون نے وارداتِ حق عزوجل کو اور اپنے واسطے ذکرِ حق عزوجل کو مطالعہ ویقین کیا تو ظاہر مثل باطن کے اللہ تعالیٰ کے واسطے خشوع مین ہوگئے۔ بعض نے کہا کہ اُن کے جوارح واعضا اللہ تعالےٰ کے واسطے خشوع مین آگئے اور اُنکی ہمت دو جہان کے تعلق سے چھوٹ گئی اور یہ شعر پڑہا ؎

لَهٗ هِمَمٌ لَا مُنْتَهٰى لِكِبَارِهَا	وَهِمَّتُهُ الصُّغْرٰى اَجَلُّ مِنَ الدَّهْرِ

یعنے اُسکی ہمتین ہین کہ بڑی ہمت کی تو انتہا نہین ہے اور چھوٹی ہمت تمام عالم دنیا وآخرت سے بزرگ ہے۔ بعضے مشایخ نے کہا کہ مومن وہ ہے جو اُسکا دل اُسکی نفس سے مامون ہو۔ شیخ یوسف بن الحسین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ آدمی کے واسطے شرمناک پردے دعیوب ہین اور ان کو کوئی چیز نہین سوائے اسکے کہ آدمی تقویٰ کرے اور

دیا کرتے - اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کرتے ہین مگر اپنی بیبیون یا اپنے ہاتھ کے مال (یعنے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۷۶) نماز مواصلت ومناجات ہے اس حالت حضوری مین صفائی کے اندر وساوس سے قلب کی حفاظت رکھتے ہین - اور مناجات مین استقامت وادب سے حاضر رہتے ہین - پھر جن بندون کے یہہ اوصاف پاکیزہ اور یہہ احوال شریفہ ہین اور معاملہ اُن کا اپنے رب عزوجل کے ساتھ اس ادب وقاعدہ سے ہے - تو اُن کے واسطے فضل وکرم بھی بے قیاس ہے یہہ بیان فرمایا کہ جنت غیب مین نعمت مشاہدہ کے وارث ہین اور مجلۂ ملکوت مین تقرب پائے ہوے ہین - اور خلوص عبودیت واخلاص توحید وتجرید ربوبیت سے ایسے نعمت سے سرفراز ہوے کہ سبحان اللہ وبحمدہ اُن کے حق مین انعام فرمایا - یہی لوگ وارث ہین جو فردوس کی میراث پاوینگے فضل الٰہی سے انہون نے معرفت الٰہی کو پایا جبکہ انہون نے روز ازل مین حق عزوجل کو مشاہدہ کیا اور اس سے اُن کو وراثت مشاہدہ ابدتک حاصل ہوگی - ابن عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ایمان والے مراد کو پہونچے مقام اعلےٰ وقرب وسعادت عظمےٰ کو پہونچ گئے - اور فلاح اُسکو ہے جس نے وعدہ الٰہی کے موافق تصدیق کی شیخ احمد بن عاصم نے کہا کہ شیخ انطاکی نے فرمایا کہ وہ مومن ہے جسکی بضاعت مولیٰ عزوجل ہو - اور دشمن رکھے دنیا کو اور دوست رکھے عقبےٰ کو اور اُسکا زاد راہ تقویٰ ہوا ور مجلس اُسکی یاد خدا ہو شیخ قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اپنی نمازمین عاجزی کرتے ہین - یہ بندے شرط ادب کے ساتھ قائم ہوتے ہین اس خوف سے کہ مناجات کی برکت نہ جاتی رہے - جب انہون نے واردات حق عزوجل کو اور اپنے واسطے ذکر حق عزوجل کو مطالعہ ویقین کیا تو ظاہر مثل باطن کے اللہ تعالیٰ کے واسطے خشوع مین ہوگئے - بعض نے کہا کہ اُن کے جوارح واعضا اللہ تعالےٰ کے واسطے خشوع مین آگئے اور اُنکی ہمت دو جہان کے تعلق سے چھوٹ گئی اور یہ شعر پڑھا ؎

لَهٗ هِمَمٌ لَا مُنْتَهٰى لِكِبَارِهَا	وَهِمَّتُهُ الصُّغْرٰى اَجَلُّ مِنَ الدَّهْرِ

یعنے اُسکی ہمتین ہین کہ بڑی ہمت کی تو انتہا نہین ہے اور چھوٹی ہمت تمام عالم دنیا وآخرت سے بزرگ ہے - بعضے مشایخ نے کہا کہ مومن وہ ہے جو اُسکا دل اُسکی نفس سے مامون ہو شیخ یوسف بن الحسین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ آدمی کے واسطے شرمناک پردے محجوب ہین اور ان کو کوئی چیز نہین سوائے اسکے کہ آدمی تقویٰ کرے اور

(شرع) سے گذر جانیوالے ہین - اور جو اپنے امانتون اور اپنے عہد کا پاس ملحوظ رکھتے ہین - اور جو

اپنی نمازونکی محافظت کرتے ہین یہی لوگ وارث ہین جو فردوس کی میراث پائینگے - وہ اسمین ہمیشہ رہینگے - رسول اللہ[1] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھپر دس آیتین نازل ہوی ہین جو انکو قائم کرے (یعنے اسپر چلے) تو جنت مین داخل ہوگا - یزید[2] بن بابنوس سے کہ مین نے ام المومنین عایشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق کیونکر تھا - ام المومنین نے فرمایا کہ تو قرآن پڑہتا ہے پھر خود پڑھا قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ تا قولہ تعالے عَلٰی صَلَوٰتِہِمْ یُحَافِظُوْنَ پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق ایسا تھا یعنے ان صفات سے آپ متخلق تھے - ان دس آیات مین مومنین کے ساتھ اوصاف جو اہل فلاح اور جنت الفردوس کے وارث ہین بیان فرمائے - (۱) نماز مین خشوع - ابن[3] عباس رضی اللہ عنہما سے خَاشِعُوْنَ سے مراد

بیان خشوع

[1] ترمذی نے اپنی تفسیر مین اور نسائی صلوۃ مین - اور ترمذی نے کہا کہ یہ روایت منکر ہے مین نہین جانتا کہ سوا ے یونس بن سلیم کے کسی نے اسکو روایت کیا ہو اور مین یونس کو نہین پہچانتا ہون (ابن کثیر) امام احمد اور حاکم اور تصحیح بھی کی اور بیہقی دلائل مین وغیرہم نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے پوری حدیث اسطرح ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی تو آپ کے چہرہ کے پاس شہد کی مکھی کی نرم آواز کے مانند سنائی دیتا تھا - ایکدن وحی اترنے لگی تو ہم ایک ساعت ٹھہر گئے - جب وہ حالت کھل گئی تو آپ نے قبلہ کی طرف رخ فرمایا - اور ہاتھ اوٹھا کر کہا اَللّٰہُمَّ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا وَاَکْرِمْنَا وَلَا تُہِنَّا وَاَعْطِنَا وَلَا تَحْرِمْنَا وَاٰثِرْنَا وَلَا تُؤْثِرْ عَلَیْنَا وَاَرْضِ عَنَّا وَاَرْضِنَا پھر فرمایا کہ مجھپر دس آیات نازل ہوی ہین جو انکو قائم کرے جنت مین داخل ہو پھر آپ نے قد افلح المومنون سے دس آیات تک پڑھا -

[2] بخاری ادب مفرد مین اور نسائی و ابن منذر و حاکم اور تصحیح بھی کی او بیہقی دلائل مین (درمنثور) ابن[3] جریر وغیرہ

ڈرنےوالے اور سکون سے رہنے والے اور مجاہد و حسن و قتادہ و زہری سے بھی اسیطرح روایت
ہے۔ امام الائمہ علی بن ابی طالب علیہ السلام فرماتے ہین کہ خشوع دل کا خشوع ہے۔ اور ابراہیم نخعی نے
بھی اسیطرح کہا حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آن کا خشوع اُن کے دلو مین تھا جس سے
اُنھون نے آنکھ نیچی کرلیا اور اعضا کو سکون سے رکھا محمد بن سیرین فرماتے ہین کہ صحابہ نماز
مین آسمان کی طرف دیکھتے تھے جب آیت قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ اُتری تو سجدونکی جگہ اپنی آنکھو
نیچی کرلیا۔ یہ بھی فرمایا کہ مصلی کی نظر اپنی نمازگاہ سے تجاوز نہ کرے۔ اور جو نظر پریشان ہونیکی
عادت ہوگئی تو بند کرلے۔ حاصل کلام خشوع قلب سے خشوع یعنے سکونِ اعضا بھی ہوگا۔"
چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز مین دیکھا کہ وہ نماز مین اپنی داڑھی
سے کھیلتا ہے۔ فرمایا کہ اگر اُس کے دلمین خشوع ہوتا تو اُس کے جوارح بھی خشوع مین ہوتے"
خشوع ظاہری یہ ہے کہ نماز مین سکون سے کھڑا رہے۔ آنکھین نیچی ہون۔ زبان سے قرارت ہو
کان سے سماعت ہو۔ غلامونکی طرح سیدھا ہاتھ بائین ہاتھ پر رکھے۔ خشوعِ باطنی یہ ہے کہ سکون
نفس اسطرح ہو کہ جس سے خطرات نہ آئین۔ اور معانی قرارت و اذکار مین دل اسطرح
حاضر ہو کہ مخلوقات کی طرف بالکل التفات نہ ہو۔ اور روح بحر محبتِ الٰہی مین متغرق ہو۔ اور تجلی
صفاتِ جمال و جلال مین محو ہوجائے۔ اور مکروہات نماز سے بھی پرہیز کرے کہ دامن اٹھانے

لہ ترمذی نے روایت کی اور ضعیف کہا۔ ۱۲ منہ ابن کثیر

یا جسم اور کپڑے کے ساتھ عبث فعل کرے یا انگلیاں چٹکائے یا انگڑائی یا جمائی لے یا کسی طرف التفات کرے۔ جب[۵] بندہ نماز مین اِدہر اُدہر دیکھتا ہے تو اللہ تعالےٰ کی طرف سے الہام ہوتا ہے کہ اے بندے کیا تجھے کوئی مجھ سے بہتر نظر آیا جو تو اُسطرف متوجہ ہوا حسن[۱] بصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہر نماز جس مین قلب حاضر نہو وہ نماز عذاب کئے جانیکی طرف زیادہ تر جھکی ہوی ہے۔ حدیث[۲] مین ہے کہ شیطان آدمی کی نماز سے اُچک لیتا ہے تو بعض کی نصف اور بعض کی تہائی۔ اور بعض کی زیادہ یہانتک کہ بعضے سلام پھیرتے ہین اور اُن کے پاس اُنکی نماز مین سے کچھ بھی نہین ہے۔ معاذ بن جبل[۳] رضی اللہ عنہ سے روایت کی جاتی ہے کہ جو نماز مین ہو اور اپنے دائین یا بائین طرف کے آدمی کو پہچانے تو اُسکی نماز کامل نہین ہے[۴] یہ کمالِ نماز ہے جسطرح دُنیا دار نماز مین فکرِ دنیوی مین مصروف رہتے ہین کہ امام سے قراءت جہری مین سب کچھ سنا بعد نماز پوچھئے تو سورۃ تک یاد نہین کہ کونسا سورہ پڑہا گیا۔ یا کسی عالم غافل نے ایک جز قرآن دیکھ کے پڑہا لیکن ایک آیت کے معنے بھی خیال مین نہین آئے۔ باوجود

سماعت درست بصارت نیز غفلت ہو تو سب دل ہی کی ہے ؎

دل اگر کہنے مین ہوتا تو یہ دکھ کیون ہوتا۔	میرے پہلو ہی مین ہو دشمن جانی افسوس

غرض جسطرح غافلون کو دین کے کامون مین دنیا کا خیال رہتا ہے اسیطرح ذاکرون کو دنیا کے

۱؎ نیشاپوری وغیرہ۔ ۲؎ ابو داؤد۔ ۳؎ سراج۔ ۴؎ عبد الرزاق ابن ابی شیبہ عطا سے

کام مین بھی دین کا خیال رہتا ہی۔ ہمارے دعوے کی دلیل ارشادِ رب جلیل ہے۔ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔ فقہا افعال و اعضاسے بحث کرکے ظاہری صورت پر جواز کا فتوے دیتے ہین۔ لیکن خدا کے پاس اسکی صحت و قبولیت مخفی ہے۔ اور یہان بحث اصلی خشوع و حضورِ قلب سے ہی۔ غرض یہ کہ جہان تک ہوسکے آدمی خطرات دور ہونیکی کوشش کرے۔ نہ یہ کہ ایک دل کو صدپارہ کرے۔ اور اپنی ایسی اعلےٰ عبادت کو تین تیرہ کرے ؎

اے درد دلِ تو ہزار مشکل زہمہ	مشکل شود آسودہ ترا دل زہمہ
چون تفرقہ دل است حاصل زہمہ	خود را بیکے سپار و بگسل زہمہ

(۲) لغو سے بیزار رہنا۔ لغو ہر وہ قول و فعل ہے جو حرام یا مکروہ یا ایسا مباح کہ جسکی ضرورت وحاجت نہ ہو۔ میرے بھائیو۔ اپنے لغویات پر نظر کرو اور جو چیزین چھوٹنے کی ہین جلد چھوڑو

لہ شیخ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی کہ علماء و فقہائے ربانی کا اجماع ہے کہ بندہ کے واسطے اسکی نماز مین سے کچھ نہین ہے مگر اسقدر کہ اسنے سمجھکر پڑھی۔ پس اگر سب نماز مین اسکا دل حاضر رہا تو سب ہے ورنہ جسقدر غافل ہوا وہ شیطان کا حصہ ہے۔ اس قول کے صحیح ہونیکے دلائل مین سے ہے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا افلا یتدبرون القران۔ اور ظاہر ہے کہ قرآن مین تدبر بدون معنی پر واقف ہونیکے غیر متصور ہے اور اللہ تعالی نے فرمایا۔ اقم الصلوۃ لذکری میری یاد کے ساتھ نماز کو قائم کر۔ اور ظاہر ہے کہ غفلت تو ذکر کے بہلا دینے ہی ہے لہذا فرمایا ولا تکن من الغافلین۔ اور اللہ تعالےٰ نے ایسے لوگون کو جو غافل بے ہوش مین ور نشہ مین ہین نماز سے قریب ہونے سے منع فرما دیا۔ یہان تک کہ جو پڑہین وہ سمجھین لقولہ تعالےٰ حتی تعلموا ما تقولون۔ پس جو شخص سوا نشہ دنیاوی خواہشات کے نشہ مین اسطرح غافل ہو تو وہ بمنزلہ مدہوش کے ہی (نیشاپوری) لہ ابن جریر و ابن منذر و ابن

کہ جس سے نہ دینی اور نہ دنیوی فائدہ ہے۔ اگر آپ جرانہ مانیں تو میں بطور نمونہ بتلا دوں۔ ایک
آپ پاس کی شادی کو نظر کرو کہ اس میں کسقدر رسوم و اسرافات ہوتے ہیں۔ شادی کرنا عمر بھر کا
غم مول لینا ہے۔ اکثر مسلمانوں کا مال سوکاروں کے پاس اسی رسوم کے بدولت جارہا ہے۔
وہ غنی ہورہے ہیں ان کے ہاتھ میں کاسۂ گدائی آرہا ہے۔ جائدادیں ضبط ہورہی ہیں۔ مکانات
پر ڈگری آرہی ہے۔ اگر تھوڑے نفوسِ قدسیہ اسطرف متوجہ ہوجائیں اور عزم کریں کہ ساچق
مھندی۔ روشنی آرایش آتشبازی۔ ناچ رنگ۔ سہرا کنگن۔ سری پا کرسب موقوف تو دوسرے
مسلمان بھی اقتدا کرتے ہیں۔ آپ نے سنا ہوگا کہ متعدد لڑکیاں اپنی پیاری جوانی کھو کر بوڑھی
ہورہی ہیں۔ اور ان کے اقربا انہیں رسوم کی ادائی ناممکن ہونے سے پس و پیش کر رہے ہیں
اور چند لڑکیاں تو بدنام ہوکر ننگِ خاندان بنیں۔ اہل شہر کلیانی اور جو علماء مدراس نے اتفاق
کرلیا اُن کے پاس صرف ایکدن میں عقد ہوجاتا ہے۔ میرے خدا مجھی سے التجا ہے کہ حیدرآباد کے
علماء و مشایخین کو بھی ہدایت دے کہ ایک مجلس اصلاحِ رسوم کی مقرر کرکے پہلے خود اس کے
پابند ہوں پھر دوسروں کو بھی اسکی ترغیب دلائیں۔ بدعات کو مٹا کر سنتِ نبوی تازہ کر
دکھائیں اسیطرح نئی فیشن والوں کو اللہ ہدایت دے کہ کہنے کو لکچر دیں اور اخباروں میں بہت کچھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۷۹) ابی حاتم ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ آپ نے فرمایا لغو سے مراد باطل ہے (در) لبید شاعر نے
کہا کہ ماسوائے حق جو کچھ ہے وہ باطل ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے سچا کلمہ ہے جو لبید نے
کہا۔ الا کل شیء ما خلا اللہ باطل ۱۲

کہتے ہین - لیکن عمل اُس کے برخلاف ہی - چنانچہ وہ ملکی وضع - ملکی لباس - ملکی اسباب سے نہایت متنفر ہین - اصلاح قوم کے مدعی ہوکر مفسد قوم بن رہے ہین - قوم کا ضرر تو ظاہر ہے کہ جس صنعت و کارخانون کے بدولت اُنکی پرورش ہوتی تھی (مثلاً جب سے لوگون نے ڈھاکہ کھادی - وغیرہ پہننا چھوڑ دیا - اور شربتی کاغذ وغیرہ ملکی اشیا استعمال مین نہ لانے لگے) وہ کارخانے ویران ہوگئے - کارخانے کے ساتھ اہل کارخانہ بھی برباد ہوگئے - اب بھی کوئی ہمدرد قوم ہے کہ اس ڈوبتی کشتی کو سنبھالے - اور اس طوفان بے پایان مین سے اُسکو نکال کر کنارے لگا دے - اگر غمخواران قوم اب بھی مصمم ارادہ کرلین کہ جہان تک ہوسکے ہم اپنے شہر کے بنے ہوے اشیا استعمال کرین گے تو پھر قوم مین جان آئی اور بگڑی بات بن جاتی ہے خود کا ضرر بھی ظاہر ہے کہ جسوقت پانچ روپے مین اچھا لباس بن سکتا تھا اب صرف سینے کی مزدوری مین اُس سے زیادہ چاہیئے - جہان ایک پیتل کا شمعدان یا پانی کا کٹورہ نسلاً بعد نسل میراث مین چلا آتا تھا وہان ہر ہفتہ مین چمنی اور گلاس کی ضرورت ہے - جہان ایک شطرنجی سالہاے سال کا کام دیتی تھی وہان چند ماہ مین میز و کرسیان بدلنے کی حاجت ہے ای قوم - تیری قوم ہی تجھپر ظلم کر رہی ہے - اُسکو ہر شے اپنی ملک کی ناپسند ہے اور اہل ملک و ملت کسی قابل نظر نہین آتے - عمدہ صنعتون کے وہ کب لائق ہین معمولی کام بھی اُن سے لینا پسند خاطر نہین - چنانچہ باورچی جبتک کرستان نہ ہو کہانے کا مزہ نہین آتا -

قابلہ بھی اُسی قوم کی ہو۔ بچون کے سنبھالنے کے لئے بھی وہی کوئی ہو۔ اب بیچارے مسلمان
گدائی نہ کرین تو کیا کرین صنعت و حرفت کا وہ حال ہے۔ ملازمت بھی ممتنع محال۔ افسوس
کہ جب اپنا بھائی اپنے بھائی سے نفرت کرے تو دوسری قوم کیون نہ حقارت سے دیکھے۔
غرض لباس غذا عطر دوا وضع چال چلن سب وہی پسند ہے۔ اب آخر مین عقیدہ کی باری آئی۔
دہریت نے اپنا رنگ جمایا۔ کہین آخر وقت نزع مین منہ مین پانی ڈالنے اور تلقین کرنے کے لئے
بھی کوئی انھین مین سے نہ مسلط ہو جائے۔ اور جو ایسا ہوا تو انھین کے زمرہ مین یہ روح خبیث
بھی جا کر ملجائیگی۔ اور عجب نہین کہ اسیطرح ہو کیونکہ مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
کَمَا تَعِيْشُوْنَ تَمُوْتُوْنَ وَكَمَا تَمُوْتُوْنَ تُبْعَثُوْنَ۔ جیسے جیوگے اُسی طرح مروگے اور جس رنگ
مین مروگے اُسی طرح زندہ کئے جاؤگے (۳) زکوۃ دینا۔ زکوۃ مالی مراد ہے۔ اور احتمال ہے

سلہ مین نے خود ایک مسلمان کو دیکھا کہ بدبودار اور سڑی ہوئی مچھلی کی ایک ڈبیہ شراب مین سے گران قیمت کو خرید کر کے
اُسکو باربار سونگھتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ نہایت مقوی ہے اور اسکی بو بھی اچھی ہے۔ کیون نہ ہو کہ یہ خاص ولایت کی ہے۔
سلہ ایک دوسرے سید کو شہر بمبئی مین دیکھا کہ ہوٹل مین ایک نصرانی حجام کے پاس جا کر دو روپیہ اجرت دیکر حجامت
اسطرح بنوائی کہ کچھ بال ابتدائی سر پر چھوڑ آئے۔ اور اسقدر خوشی سے کہتا تھا کہ ایسی حجامت ہمارے حیدر آباد مین میسر
نہین ہوتی۔ علاوہ اس کے اجرت بھی بہت ہی ارزان ہے۔ افسوس کہ جو لوگ آجکل اپنے کو خیرخواہ اور مصلحین
قوم کہہ رہے ہین یہ اُن کے عادات کا نمونہ ہے۔ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۔ ۱۲
سلہ اگر کوئی کہے کہ یہ سورہ تو مکیہ ہے اور زکوۃ کا فرض ہونا مدینہ طیبہ مین دوسرے سال ہجرت مین واقع ہوا ہے تو
جواب یہ ہے کہ نصاب مقرر پر زکوۃ معلوم کا فرض ہونا مدینہ منورہ مین ہوا ہے۔ اور اصل زکوۃ تو ظاہر یہ ہے کہ مکہ مین ہی

زکوۃِ نفس ہو یعنے جو نفس کو شرک و نجاسات سے پاک کرتے ہین۔ چنانچہ خداوندِ عالم نے
سورہ والشمس مین فرمایا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا یعنے جس نے نفس کو پاک کیا وہ مراد کو پہونچا
تو اب احتمال ہے کہ یہان دونون بھی مراد ہون کیونکہ زکوۃِ مال بھی منجملہ تزکیہ نفس کے ہے۔
اور نفس پر مال کا دینا بہت ہی دشوار ہے۔ حکایت۔ ایک[1] بزرگ نے اپنے کم سخنی کیلیے
یہ تجویز سوچی کہ جب کوئی بیکار کلمہ منہ سے نکلے تو اُس کے عوض دو رکعت پڑہی جائین لیکن
جب بھی کلام مین کمی نہ ہوئی۔ پھر یہ ٹہرایا کہ ہر لغو کلمہ کے بدلے ایک روزہ رکھا جائے پھر بھی
جسطرح چاہئے نہ ہوا۔ پھر یہ مقرر کیا کہ ہر بے فائدہ کلمہ کے بدلے ایک روپیہ خیرات کردیا جائے
جب اُسکی تعمیل کی تو حسب منشا گفتگو ہونے لگی۔ مشہور مثال ہے کہ چمڑی جائے۔ دمڑی نہ جائے۔
(۴) شرمگاہ کی حفاظت کرنا سوائے اپنی بیبیون اور لونڈیون کے۔ تو معلوم ہوا کہ اسکے سوا جسقدر
شہوت رانی کے طریقے ہین سب حرام ہین۔ زنا۔ لواطت۔ جانورون سے وطی۔ متعہ[2]۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۸۲) فرض ہوئی چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ یعنے جس دن کھیتی کاٹو تو اُسکا حق نکالو۔ اور یہ آیت سورہ انعام مین ہے۔ حالانکہ وہ سورہ مکیہ ہے (ابن کثیر) [1] توت القلوب
[2] ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ مین نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے متعہ کا مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ حرام ہے اور میرے اور اُن کے درمیان قرآن حاکم ہے۔ پھر یہ آیت پڑہکر فرمایا کہ جو اُسکے سوا سے خواہش کرے تو وہ حد سے گذر گیا۔ اسکو ابن منذر و ابن ابی حاتم اور حاکم نے بعد تصحیح تخریج کی (در) قاسم بن محمد سے متعہ کا مسئلہ پوچھا گیا تو جواب دیا کہ حرام ہے۔ اور مین تو اُسکی حرمت کو صریح قرآن سے دیکھتا ہون۔ پھر یہی آیت پڑہی۔ عبد الرزاق و ابو داؤد نے اپنے ناسخ مین اسکی تخریج کی (در) ہمنے صرف وہی اقوال لکھے کہ جن صحابہ نے آیت قرآنی

جو بدن سکے دیکھا ... ۱۲

عورت کا عورت سے مرتکب ہونا۔ کیونکہ خداوند عالم نے آخر آیت مین فرمایا کہ جو اسکے سوائے
خواہش کرتے ہین وہی حد سے تجاوز کرنے والے ہین یعنے فاسق و بدکار ہین۔ بعض مالکیہ
نے اسی آیت سے استدلال کیا اور کہا ہاتھ سے جلق لگاکر انزال کرنا بھی حرام ہے۔ چنانچہ ایک
غریب[1] حدیث مین ہی جس نے ہاتھ سے جماع کیا تو اللہ تعالے قیامت کے روز نظرِ رحمت لیفرما ئیگا
امام[2] ابو حنیفہ اور امام احمد کے پاس "اگر زنا مین واقع ہونے کا خوف ہو تو بقدر ضرورت جائز
اور اپنی زوجہ اور باندی کے ہاتھ سے بھی جائز ہے" لیکن بہتر یہ ہے کہ جسکو نکاح کی قدرت نہ ہو
وہ روزے رکھے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسیطرح حکم فرمایا۔ اور ارشاد ہوا کہ
یہ روزے رکھنا اُس کے لئے خصی ہونیکا حکم رکھتا ہے۔ (۵) امانت کی نگہداشت کرنا۔ امانت
یہ ہے کہ سونپی ہوی شے کو احتیاط سے رکھکر مالک کو پوری طور سے واپس کردینا۔ امانت قول
مین بھی ہوتی ہے کہ اگر کوئی اپنے سے راز کی بات کہے تو دوسرے سے نہ بیان کرنا چنانچہ صحیح
حدیث ہی۔ اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ۔ محمد بن فضل نے فرمایا کہ جتنے اعضا ہین وہ سب اللہ کی امانتین
ہین۔ آنکھ کی امانت نامحرمون سے نگاہ کو بچانا۔ اور عبرت لینا۔ کان کی امانت لغو و بیہودہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۶۳) محکم ماکر حرمتِ متعہ استخراج کیا ہی اور احادیثِ مرفوع تو اسکی حرمت مین کثرت سے ہین اور چارون مذہب والے اسکی حرمت پر متفق ہین اگر خدا چاہے تو تفصیل سے اسکی بحث کی جائیگی۔ [1] یہ طویل حدیث ہے ابن کثیر نے کہا کہ اس حدیث کو امام حسن بن عرفہ نے اپنی جزء مشہور مین روایت کی۔ اور یہ حدیث غریب ہی۔ اسکی اسناد مین بعض راوی مجہول ہین [2] روح البیان۔ درالمختار مین لکھا وَلَوْ خَافَ الزِّنَا يُرْجٰى اَنْ لَّا وَبَالَ عَلَيْهِ یعنی اگر زنا کا خوف ہو تو امید ہی کہ اس فعل سے اُسپر وبال نہ ہوگا۔

باتون سے نگہداشت کرنا اور ذکر و وعظ سننا۔ زبان کی امانت غیبت وغیرہ سے بچنا اور ذکر پر مداومت کرنا۔ پاؤن کی امانت طاعت کی طرف جانا اور معاصی سے دور رہنا۔ منہ کی امانت حلال کھانا۔ ہاتھ کی امانت حرام کی طرف نہ بڑہانا اور اچھی بات سے نہ روکنا۔ دلکی امانت یہ ہے کہ مراقبۂ حق تمام اوقات مین اسطرح ہو کہ اُسکے سوا کسی کا مشاہدہ نہ ہو۔ اور اُس کے بغیر کبھی دلکو تسلی نہ ہو۔ خلیق سہ

امانت ہے خدا کی دل کو اپنے۔	خلیق اغیار سے رکھنا بچا کر۔

بعضے عارفون[1] نے کہا کہ بندہ سے اللہ تعالے کے دو راز ہین۔ جو بطورِ مخفی اُسکو القا ہوتے ہین۔ پہلا یہ ہے کہ جب بندہ مان کے پیٹ سے نکلتا ہے تو اُس سے فرماتا ہے کہ اے میرے بندے مین نے تجھے دنیا مین پاک و صاف نکالا ہون۔ اور عمر کی پونجی دیکر تجھے اُسکا امانت دار بنایا ہون۔ اب ہوشیاری سے تو اُس امانت کی حفاظت کر۔ اور جس طرح مین نے تجھے بھیجا ہے اُسیطرح مجھسے آکر ملاقات کر۔ دوسرا راز روح نکلنے وقت ہے۔ فرماتا ہے اے میرے بندے میری امانت کو تو نے کیا کیا۔ اگر تو اُسکی حفاظت کرکے میری ملاقات کو آرہا ہے تو مین بھی اُسکا بدلہ دونگا۔ اور اگر تو نے اُسکو ضایع کر دیا ہے تو مین بعد مطالبہ و محاسبہ عذاب کرونگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بندہ کی عمر خدا کی امانت ہے۔ اگر حفاظت کی تو

[1] قوت القلوب جلد اول صفحہ ۱۸۱ - ۱۲

بندون سے خدا کا راز

امانت کو ادا کیا۔ اور جو ضایع کر دیا تو خیانت کا جرم ثابت ہو گیا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْخَائِنِیْنَ۔[1]

(۶) عہد کی نگہداشت کرنا۔ امانت عام ہے اور عہد خاص کیونکہ عہد تو ایک قرار داد ہے اور جب عہد اور وعدہ کریں تو پورا کرنا مومنون کی علامات سے ہی برخلاف منافقون کے کہ[2] رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کہ منافق کی تین علامتین ہین (۱) جب بات کرے تو جھوٹ بولے (۲) جب وعدہ کرے تو خلاف کرے (۳) جب امانت رکھی جائے تو خیانت کرے" علماء نے کہا کہ جب وعدہ کرنا ہو ان شاء اللہ کہہ لے۔ اور جو کسی ضرورت سے وہ پورا نہ ہو سکا تو وہ وعدہ خلاف نہ ہوگا (۷) نمازون کی حفاظت کرنا۔ محافظت یہ ہے کہ نماز سے غافل نہ ہون۔ اسکو اپنی اوقات پر ادا کرین۔ نماز کے ارکان یعنے قیام و قرارت رکوع و سجود پورے اطمینان سے ادا کرین۔ ابن[3] مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ کے نزدیک کونسا عمل پسندیدہ تر ہے۔ فرمایا کہ نماز اپنے وقت پر۔ مین نے عرض کیا پھر کون۔ فرمایا کہ والدین کے ساتھ نیکی۔ مین نے عرض کیا پھر کون۔ فرمایا اللہ تعالے کی راہ مین جہاد کرنا" ابن مسعود[4] رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالے نے نماز کا ذکر قرآن مین بہت فرمایا جیسے۔ اَلَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ دَائِمُوْنَ۔ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ۔ تو فرمایا کہ اسمین اوقات نماز کی محافظت کا حکم ہی۔ عرض کیا کہ ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ نمازون کے ترک کرنے سے حفاظت

---

[1] اللہ تعالے خیانت کرنے والون کو دوست نہین رکھتا۔ [2] بخاری و مسلم۔ [3] بخاری و مسلم [4] ابن منذر وابو الشیخ وطبرانی وغیرہم (در) ۱۲

کرین۔ فرمایا کہ نماز کا ترک تو کفر ہے۔ غور کا مقام ہے کہ اللہ تعالے ان صفات کو شروع بھی نماز سے فرمایا اور ختم بھی اُسی پر کیا تو اس سے افضلیت نماز کی ظاہر ہو گئی۔ پھر اللہ تعالے نے ان صفات کے بعد فرمایا کہ جن کے یہ صفات ہون گے وہی وارث ہین جو کہ فردوس کی میراث پائین گے۔ یعنے جسطرح میراث[1] کا انجام وارث کی طرف ہوتا ہے اُسی طرح انکا انجام کار بھی فردوس ہے۔ رسول[2] اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جب تم اللہ تعالے سے مانگو تو فردوس مانگو۔ کیونکہ فردوس سب سے اعلے جنت ہے۔ اور جنتون کے وسط مین ہے۔

[1] بعضون نے کہا کہ وراثت سے مقصد یہ ہین کہ مُومنون کو اپنے منازل کے علاوہ کافرون کے منازل جو جنت مین ہین وہ بھی ملین گے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مین سے ہر ایک کے لئے دو منزل ہین۔ ایک جنت مین۔ ایک دوزخ مین۔ پھر جب وہ مرا اور دوزخ مین داخل ہوا تو اہل جنت اُسکی منزل کے وارث ہوتے ہین۔ پس یہی فرمان اللہ تعالی کا ہے۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ۔ اسکو ابن ماجہ و ابن جریر و بیہقی وغیرہم نے روایت کی (در) صحیح مسلم مین ابوموسے اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز کچھ لوگ میری امت کے مسلمانون سے لائے جائینگے جن کے ساتھ گناہونکا انبار پہاڑونکی طرح ہوگا۔ پھر اللہ تعالے ان گناہونکو یہود و نصارے پر ڈالیگا اور اُنکو بخش دیگا۔ اور ایک اُسکی روایت مین اسطرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالی ہر مسلمان کو ایک یہودی یا نصرانی دیگا اور کہا جائیگا کہ یہ تیرا چھٹکارا دوزخ سے ہے۔ عمر بن عبد العزیز نے ابوبردہ (راوی) سے تین مرتبہ قسم لی کہ یہ حدیث جو تم روایت کرتے ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ہے انہون نے قسم کھائی کہ ہان۔ مجھے اُسی اللہ کی قسم ہے کہ جس کے سوا کوئی الہ نہین کہ یہ حدیث حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی میرے باپ نے روایت کی ہے (ابن کثیر) مسلمان منازل کفار کے اسی لئے وارث ہونگے کہ یہ عبادت الٰہی کے لئے پیدا ہوئے تھے اسکو ادا بھی کیا۔ اور وہ جس لئے پیدا ہوئے تھے اُسکو بھول گئے تو مسلمانون نے کافرونکا وہ حصہ بھی جو عطا کرتے تو ملتا لے لیا۔ [2] بخاری و مسلم - ۱۲

اور اُسی سے جنت کی نہرین جاری ہین اور اُس کے اوپر عرش رحمٰن ہے" غرض مومنین کاملین جنت الفردوس کی میراث پائینگے۔ اور باقی جنتین عام مومنین کے لئے ہین جب اللہ تعالےٰ نے بندونکی عبادت پر فردوس کا وعدہ فرمایا۔ اور یہ وعدہ اُسی وقت پورا ہوگا جو بعد موت کے قیامت مین لوگ اُٹھائے جائین۔ اسی لئے اب اپنی قدرت کے دلائل بیان فرماتا ہی جس سے یقین ہوجاتا ہی کہ دوبارہ اعادہ کرنا اللہ تعالیٰ کو آسان ہے۔ پہلی دلیل انسان کی خلقت مین مختلف طور سے تغیر و تبدل کرنا۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَكِينٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ۝ ثُمَّ إِنَّكُمْ بَعْدَ ذَٰلِكَ لَمَيِّتُونَ ۝ ثُمَّ

عَظْمًا — ابن عامر و شعبہ مفرد پڑھتے ہین
الْعَظْمَ — ابن عامر و شعبہ مفرد پڑھتے ہین

سلالۃ۔ بالضم آنچہ بیرون کشیدہ شود از چیزے و نطفہ (منتخب) سل کے معنے ایک چیز سے دوسری شے کو نکالنا جیسے سَلَّ السیفَ من الغمد یعنے تلوار میان سے نکالی۔ سلالہ بمعنے خلاصہ کیونکہ وہ مکدر مین سے صاف نکال لیا جاتا ہے۔ نطفہ بھی سلالہ ہے اس لئے کہ وہ مرد کی صلب (یعنے پشت) اور عورت کے ترائب (یعنے سینہ کے ہڈیون) سے انسلال ہوا ہی۔ اور اسی وجہ سے بچہ کو سلیل و سلالہ کہتے ہین۔ اور آدم علیہ السلام جس خاک سے مسلول ہوے وہ اسوجہ سے سلالہ ہے کہ ہر ایک مقام کی مٹی سے انسلال کی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ایک مٹھی خاک سے پیدا کیا جسکو تمام زمین سے لیا تو اولادِ آدم موافق زمین کے ہوی۔ اُن مین سرخ و سپید و سیاہ ہین اور اُن کے درمیان مین بھی ہین۔ اور خبیث و پاکیزہ ہین اور بیچ بیچ مین بھی ہین۔ اسکو روایت کی ابوداؤد و ترمذی نے اور ترمذی نے فرمایا کہ حسن صحیح ہے (ابن کثیر) مِن طِین متعلق محذوف یعنے کائنۃ کے ہوکر سلالۃ کی صفت ہی۔ قرار۔ مصدر ہے محل قرار پر بطور مبالغہ کے مستعمل ہوا ہی۔ جسطرح فرمایا۔ جَعَلَ

اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ۝ اور ہمنے آدمی کو اچھی سے اچھی مٹی سے بنایا۔ پھر ہم نے اُسکو نطفہ بناکر حفاظت کی جگہ (یعنے عورت کے رحم مین) رکھا۔ پھر ہمنے اُس نطفہ کا لوتھڑا بنایا پھر ہم نے اُس لوتھڑے کی بوٹی بنائی پھر ہم نے بوٹی کے ہڈیان بنائین۔ پھر ہم نے ہڈیون کو گوشت پہنا دیا۔ پھر ہم نے اُسکو ایک دوسری صورت مین بنا کھڑا کیا۔ اللہ بڑا ہی بابرکت ہے جو سب سے بہتر بنانے والا ہی۔ پھر تم اُس کے بعد ضرور ہی مروگے۔ پھر تم قیامت کے دن اُٹھا کھڑے کیئے جاؤگے۔ اللہ تعالے نے ان آیات مین خلقتِ انسان کے نو مراتب بیان فرمائے۔ (پہلا مرتبہ) اِنسان (یعنے آدم علیہ السلام) کو مٹی سے بطور خلاصہ کے نکال لیا یا اولادِ آدم کو مٹی سے پیدا کیا کیونکہ نطفہ جس غذا سے پیدا ہوتا ہی وہ مٹی کا ہی خلاصہ ہے کیونکہ وہ نباتی یا حیوانی ہین اور حیوان کا مرجع بھی وہی نباتات ہے (دوسرا مرتبہ) پھر ہم نے اُس انسان کو رحم مین کردیا۔ یعنے صلبِ آبا مین نطفہ بنا کر رکھا پھر بعد جماع عورت کے رحم مین اُسکو منتقل فرمایا (تیسرا مرتبہ) پھر ہمنے اُسی نطفہ کو جما ہوا خون کر دیا (چوتھا مرتبہ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۸۸) لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا۔ یعنے مستقر یہان مراد رحم ہے مکین یعنے متمکن و مضبوط۔ فتبارك الله ای فتعالی الله قال البركة يرجع معناها الى الامتداد والزيادة وكل ما زاد على الشيء فقد علاه۔ ويجوز ان يكون المعنى والبركات والخيرات كلها من الله تعالى (كبير) احسن الخالقين اخرج ابن جرير عن مجاهد قال يصنعون ويصنع الله والله خير الصانعين (در) لہ اخرج عبد الرزاق وابن جرير عن قتادة فى الاية قال استل ادم من طين۔ وخلقت ذريته عن ماء مهين (در) لہ یعنے جنس انسان کو لیکن آدم کا حال چھوڑ دیا گیا کیونکہ وہ معلوم ہی یا یہ کہ وصف جنس سبب مصروف ہونے اکثر افراد کے ہی۔ یا یہ کہ مضاف محذوف ہی یعنے نسلہ۔ ۱۲

پھر ہم نے اُس جمے ہوے خون کو ایک لوتھڑا کر دیا جیسے گوشت کا ٹکڑا ہوتا ہی (پانچوان مرتبہ) ہم نے اُس لوتھڑے کو ہڈیان بنا دین یعنے مضغہ کو ایک ایسی شکل مین متشکل کر دیا جس کو سر اور دونون ہاتھ اور دونون پاؤن ہین (چھٹا مرتبہ) ہم نے[1] ہڈیون کو گوشت پہنایا۔ کیونکہ جسطرح لباس جسم کو ڈھانکتا ہی اُسی طرح گوشت ہڈیون کو چھپاتا ہے (ساتوان مرتبہ) پھر ہم نے اُسکو ایک دوسری خلقت مین پیدا کیا۔ یعنے اُس[2] مین روح پھونک دی۔ جو جماد تھا وہ جاندار ہوگیا۔ جو بے زبان تھا وہ ناطق ہوگیا۔ جسکو سماعت نہ تھی وہ سمیع بنا۔ بے بصارت کو بصارت ملی۔ اسی طرح خیال و حواس و عقلی قوت آگئی۔ یہ ایک دوسری خلقت ہی۔ غرض اللہ تعالے نے انسان کے ہر عضو اور ہر ایک جز مین ایسی عجائب فطرت و غرائب حکمت کے خزانے رکھدیے کہ اُسکا وصف اور اُسکی شرح کسی سے نہین ہوسکتی۔ اسی لئے فرمایا فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ۔ روایت[3] ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم

---

[1] اس مین ایک اشارہ ہے کہ ڈھانچہ تک کی پیدایش اصلی نطفہ کے اثر سے ہے اور اسپر جو گوشت چڑھا ہوا ہوتا ہی یہ جدید غذا سے ہے۔ قرآن مجید سے یہ مسئلہ طبی بھی حل ہوگیا کہ جو کچھ اپنے رگ اور پٹھے وغیرہ سے جس مقدار پر ہے بعد غذا یا دوا اُس مین زیادتی نہین ہوسکتی بخلاف گوشت کے کہ وہ زائد ہی۔ بیماری سے اُس مین گھٹاؤ اور پھر قوت سے بڑھاؤ ہوتا رہتا ہے [2] اخرج ابن ابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ثم انشاناہ خلقا اخر قال نفخ فیہ الروح اخرج ابن جریر عن ابی العالیۃ مثلہ (در) [3] ابن ابی شیبہ و عبد بن حمید و ابن منذر صالح ابوالخلیل سے۔ اسی کے قریب قریب طبرانی و ابن مردویہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے (در) انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میرے رب عزوجل نے مجھپر چار فضل کیا کہ

آیت وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ پڑھتے ہوے ثُمَّ اَنْشَأْنَاہُ خَلْقًا اٰخَرَ - پر پہونچے - تو حضرت عمر نے فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ کہا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر اُسی کی قسم کہ جس کے ہاتھ مین میری جان ہے تمھاری جو زبان سے نکلا اُسی پر یہ آیت ختم ہوی ہے - نکتہ - فقیر کہتا ہے چونکہ جلیل القدر صحابہ کے قلوب مثل آئینہ زنگ و کدورتِ دنیوی سے پاک تھے اور ہمیشہ اُن کو اُس قلبِ انور سے محاذات رہتی تھی کہ جس قلب پر کلامِ الٰہی کے انوار تابان تھے اسلئے اُس انوار کا عکس ان کے قلوب پر پڑتا تھا تو اب جو انکی زبان سے نکلتا وہ صاحبِ معدنِ نبوت کے ارشاد کے موافق ہوتا تھا - اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ خُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ - (**آٹھوان مرتبہ**) پھر تم بعد اسکے ضرور ہی مروگے - آگاہ فرماتا ہے کہ کہین تم اپنے ظاہری خلقت و صورت پر فریفتہ ہو کر موت کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۹۰) مین چار بار تو مین اپنے رب عزوجل کے حکم کے موافق ہوگیا - مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھین تو یہ آیت نازل ہوی وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِیْمَ مُصَلًّی - مین نے عرض کیا کہ رسول اللہ اگر آپ اپنی ازواج کو پردہ مین رکھین کیونکہ آپ کے پاس نکو کار و بدکار سب آتے ہین تو اللہ نے نازل فرمایا وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْاَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ - مین نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج سے کہا کہ تم لوگ جھگڑا کرنے سے باز رہو ورنہ اللہ تعالی اپنے رسول کو تم سے بہتر بی بیان بدل دیگا - تو نازل ہوی عَسٰی رَبُّہٗ اِنْ طَلَّقَکُنَّ اَنْ یُّبْدِلَہٗ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْکُنَّ سے آخر تک اور جب نازل ہوی وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ تا قولہ ثُمَّ اَنْشَأْنَاہُ خَلْقًا اٰخَرَ تو میری زبان پر جاری ہوا فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر یون ہی اس آیت کا خاتمہ ہے اسکی تخریج طیالسی و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ و ابن عساکر نے کی (در) - ۱۲

نہ بھول جاؤ۔ بلکہ حیاتِ جاودانی کا سامان اسی دنیائے ناپائدار سے فراہم کر لو (بوالن فترجمہ)
پھر تم قیامت کے روز اٹھائے جاؤ گے۔ تاکہ تمہارا حساب ہو۔ پھر کسی کو ثواب ملے کسی پر
عتاب ہو۔ **دوسری دلیل** آسمانوں کی پیدائش ہیں۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ
طَرَآئِقَ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ۝ اور ہم ہی نے تمہارے اوپر سات آسمان پیدا
کر دیئے اور ہم خلق سے غافل نہیں ہیں۔ آدمی کے خلقت کے بعد آسمانوں کی خلقت کا
ذکر فرمایا تا اُس سے عبرت حاصل کریں چنانچہ ایک جائے فرمایا۔ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ۔ [1] آسمان کی خلقت سے اپنی کمالِ قدرت ظاہر کر کے پھر اپنا کمالِ
علم ظاہر فرماتا ہے کہ ہم خلق سے غافل نہیں ہیں تو خلق کو چاہیئے کہ وہ بھی ہم سے غافل نہ رہے
شیخ ابو یزید بسطامی نے فرمایا کہ اگر تو نے نہ پہچانا تو اُس نے پہچان لیا۔ اگر تو واصل نہ ہوا تو وہ
واصل ہے اور اگر تو اُس سے غافل و غائب ہے تو نہ وہ غائب اور نہ غافل ہے **شیخ استاد** نے
فرمایا کہ ہمارے روبرو حجابِ ظاہری آسمان ہے جو منازلِ عالیہ کے درمیان ہے۔ اور حجاب

طرائق۔ قال مجاهد السموات السبع اخرجه ابن ابی شیبه وابن المنذر وابن ابی حاتم وابو الشیخ (در)
طرائق جمع طریق ہے جس کے معنے رستہ کے ہیں چونکہ آسمان فرشتوں کی گذرگاہ ہے اور آمد و رفت کا رستہ ہے اس لئے طرق کی
تفسیر آسمان کرتے ہیں (مدارک) بعضے گمراہ آسمان کے منکر ہیں حالانکہ آئینہ اور پانی میں اسکا برابر عکس پڑتا ہے اور عکس کے
واسطے لازم ہے کہ جسم ہو۔ کمرہ کے اندر خلاء کا عکس نہیں پڑتا مگر چھت کا عکس پڑتا ہے تو اس سے صاف ظاہر ہوا کہ ایک جسم کا عکس ہے
(مواہب الرحمٰن) [1] یعنی آسمان و زمین کی خلقت لوگوں کے پیدا کرنے سے بڑی ہے۔ ۱۲ عرائس۔

اسرار التنزیل

باطنی دل پر پردے ہین یعنے غفلت اور دنیا کی امیدین اور خواہشین اور ارادات اہل ارادت و مریدین پر جب فتور آتا ہی تو انکا ارادہ ٹہر جاتا ہی۔ وہ منور شمع بجھ جاتی ہے۔ زاہدو سے نخین جب رغبت دنیا سماتی ہے تو قوت زہد ضعیف ہوتی جاتی ہے اور صبر رخصت ہونے لگتا ہے۔ اور کچھ تاویلین کرنے لگتے ہین۔ آخر تہوڑی تہوڑی خواہشین جمع ہوکر ہجوم کر آتی ہین تو انھین طرائق سے انکی ابتدا ہوتی ہے جو قلوب پر حاوی ہے عارفین پر بسا اوقات ایک پردۂ غفلت آتا ہے کہ اُن کے اسرار کا صعود حقایق کی طرف نہین ہوتا تو وہین ٹہر جاتے ہین۔ پھر جب اللہ تعالی فضل فرماتا ہی تو انکو عروج نصیب ہوتا ہی **تیسری دلیل** وحدانیت و قدرت کی بارش کے اُتارنے سے بیان فرماتا ہی۔ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآ

مَآءً بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِی الْاَرْضِ وَاِنَّا عَلٰی ذَهَابٍ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ

بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّاَعْنَابٍ لَكُمْ فِیْهَا فَوَاكِهُ كَثِیْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۙ وَشَجَرَةً

تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَیْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِیْنَ ۲۰ اور ہم نے ایک اندازہ

کے ساتھ آسمان سے پانی اُتارا پھر اُسکو زمین مین ٹہرا دیا اور ہم اُس کے لیجانے پر قادر ہین

پھر اُس (پانی) کے ذریعہ سے ہم نے تمھارے لئے کھجورون اور انگورون کے باغ بنا کھڑے کئے

کہ تمھارے لئے اُن (باغون) مین بہت سے میوے ہین اور اُن مین سے (بعض) کو تم

تُنْۢبُتُ کی وَ بصری انعال سے ۱۲

سَیْنَآءَ نافع و مکی و بصری سا ... سین کے ...

لقدر۔ یعنے ایسے اندازہ سے کہ جس کا نفع اکثر اور ضرر کم ہوتا ہے یا یہ کہ اُس اندازہ کے موافق جو ہمارے علم مین اُنکی مصلحت کی صلاحیت ہے۔ بہ کا مرجع پانی ہے ۱۲

کھاتے (بھی) ہو۔ اور (ہم ہی نے زیتون کا وہ) درخت (پیدا کیا) جو طور سیناء (پہاڑ) مین پیدا ہوتا ہے (اور) کھانے والون کے لیے (گویا) تیل اور سالن لیئے ہوے اگتا ہے اللہ تعالے ان آیات مین پہلے پانی کی نعمت بیان فرماتا ہے کہ ہم اسکو اندازہ سے حسب مصلحت اتارتے ہین۔

لہ اخرج عبد الرزاق وابن جریر وغیرہما عن قتادۃ فی قولہ وشجرۃ تخرج قال ہی الزیتون من طور سیناء قال جبل حسن تنبت بالدهن وصبغ للاکلین قال جعل اللہ فیہا دہنا وادما واخرج ابن جریر وغیرہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما فی قولہ تنبت بالدهن قال ہو الزیت یؤکل ویدہن بہ (در) لہ شجرۃ معطوف ہے جنات پر۔ سہ ابن جریر وابن ابی حاتم ضحاک سے کہ انہون نے فرمایا کہ طور سیناء وہی پہاڑ جس سے موسے علیہ السلام کو ندا کی گئی تھی (در) طور پہاڑ کا نام ہے اور سیناء جگہ کا نام ہے یہ ترکیب اضافی ہو کر علم ہو گیا اور یہ غیر منصرف ہے (بیضاوی) تنبت بالدهن الباء للمصاحبۃ ای ملتبسۃ بالدهن کجاء بثیاب سفر والجار والمجرور حال او معدیۃ وفی قراءۃ تنبت وہو اما من انبت بمعنی نبت او علی تقدیر تنبت زیتونہا ملتبسا بالدهن صبغ بالکسر رنگ۔ اصباغ جمع۔ ونان خورش صباغ جمع (منتخب) صبغ معطوف دہن پر وہی اعراب اسکا ہے۔ بات یہ ہے کہ روغن زیتون تیل اور سالن دونو کا کام دیتا ہے اگر نرے روغن زیتون مین روٹی ڈبو کر کھالو تو سالن کا مزہ آئے۔ سہ زیتون کا جھاڑ اس پہاڑ پر کثرت سے ہوتا ہے یا یہ کہ ابتداً اسکی وہین سے ہوی ہے پھر وہان سے منتقل چو طرف ہوا عرائس مین ہے۔ اور ہم نے ایک اندازہ کے ساتھ آسمان سے پانی اتارا الخ۔ اشارت مین ہے کہ عزت قیومیت سے انوار معرفت کا نزول فرماتا ہے بقدر اُس طاقت کے جو ارواح برداشت کر سکے۔ اور اُسکو بندگان عارفین کے دلون مین ٹھہراتا ہے پھر ان قلوب سے وہ معارف تمام اطراف مین ساری ہو کر درختان حقایق و دقایق بور گلہاے معارف کو اگاتے ہین شیخ ہمارا کہتا ہے کہ (ایک) باران رحمت ہے جس سے گنہگارون کے معاصی و خطیات دُھل جاتے ہین (دوم) باران عنایت ہے کہ جس سے اُن کے دلون مین تسکین ہوتی ہے اور مردہ حالات زندہ کر دئے جاتے ہین اور اُن کے قلوب مین طرح طرح کے شگوفے لگتے ہین (سوم) باران مقبولیت کہ جس سے گلہاے محبت نشو و نما پاتے ہین اور دحشت زایل کرتے ہین اور جوش عشق مین یہ لوگ جان فدا کرتے ہین ۵

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت		سر دوستان سلامت کہ تو خنجر آزمائی

اور اُسکو زمین مین ٹھہرا دیتے ہین جیسے تالاب وغیرہ۔ اور کسی زمین مین جذب ہوتا ہے غرض دونون سے نفع ہے۔ اور جیسے ہم نے اتارا ویسے ہی ہمکو قدرت ہے کہ جس طرح چاہین اسکو لیجائین۔ پھر جو پانی سے نعمتین حاصل ہوین خصوص کھجور اور انگور کہ یہ حجاز کی طرف بہت ہین علاوہ فواکہ کے یہ بجائے طعام بھی ہو جاتے ہین اور اسی طرح زیتون کا بھی ذکر فرمایا کہ اسکا تیل چلایا جاتا ہے۔ اور اُس کو روٹی کے ساتھ بطور سالن کے بھی کھاتے ہین۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زیت کھاؤ اور اُس سے تیل لگاؤ کہ وہ درخت مبارک سے نکلا ہے۔[1] چوتھی دلیل احوال حیوانات سے

وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ۝ اور بیشک تمھارے لئے چار پایون مین (بھی) عبرت (کا مقام) ہے کہ جو اُن کے پیٹون مین ہے اُسی مین سے ہم تم کو (دودہ) پلاتے ہین اور تمھارے لئے چار پایون مین بہتیرے فائدے ہین۔ اور اُن پر اور کشتیون پر چڑھے چڑھے پھرتے ہو۔ پہلے عبرت کو مجمل فرما کے اُس سے اعتبار و استدلال کی تفصیل اسطرح فرماتا ہے کہ ہم تم کو فرث و خون کے درمیان مین سے دودہ پلاتے ہین۔ چنانچہ ایک جائے فرمایا مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ۔ اور اس کے سوا گھی اور مسکہ اور اُون وغیرہ

ع ۲۲ ۱

[1] امام احمد نے ابو اسید ساعدی رضی اللہ عنہ سے۔ اور ترمذی و ابن ماجہ عمر رضی اللہ عنہ سے اور ترمذی نے کہا کہ حدیث عمر رضی اللہ عنہ میں عبد الرزاق راوی نے اضطراب کیا ہے (ابن کثیر) ۱۲

بہت سے منافع ہین اور زندگی تک تو یہ منافع اور جو ذبح کر ڈالو تو کھانے مین آتے ہین اور
ان پر خشکی مین سوار ہوتے ہین۔ تری مین کشتیون اور جہازون پر۔کشتی قدرت و نعمت سے
اس سئے ہوئی کہ پانی اور ہوا کو کس نے پیدا کیا چنانچہ جب کسی وقت مین باد مخالف چلتی ہے
تو ناخدا پریشان ہوکر اپنے سرون پر سے ٹوپیان اتار کر کہتے ہین کہ ہم سے کچھ نہین ہوسکتا اسوقت
گاڈ کو پکارو۔ آجتک کسی سے بھی نہین ہوسکا کہ باد مخالف کے روکنے کی کوئی ترکیب نکالے
اور خود کشتی پہلے کس کے الہام سے بنائی گئی اسی اللہ تعالے نے نوح علیہ السلام کو الہام
کیا اور آپ ہی نے پہلے کشتی بنائی۔ اس لئے اب انکا قصہ شروع فرماتا ہے۔ اور اس لئے بھی
کہ دلائل توحید سے قصونکی آمیزش ہوجائے تا عبرت بھی ہو اور تفریح بھی۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا
اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ فَقَالَ
الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ۭ
وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰۗىِٕكَةً ښ مَّا سَمِعْنَا بِھٰذَا فِيْٓ اٰبَاۗىِٕنَا الْاَوَّلِيْنَ ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ
جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ۝ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ۝ فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ

غیرہ ۱ بحت کسائی ساتہ جر کے ساتہ لفظ کے اور دوسری قراءت باعتبار محل کے یعنے آخر باعتبار محل کے مرفوع ہے مبتدا ہونے سے اور لفظا مجرور۔ تو لفظ غیر مین بھی دونون طرح اعتبار کیا گیا ۱۲

لہ خشکی مین جو نفع اونٹ پر لادنے اور سوار ہونے مین ہوتا ہے اوسی طرح تری مین کشتی سے ہوتا ہے۔
اسی لئے ان دونون وجہ کو اپنے انعام مین جمع فرما لیا تا آدمی شکر کرے (کبیر) یتفضل۔ ای یطلب الفضل
والتفضل الذي يدعی الفضل علی اقرانه (مختار) جنة۔ الجنة الجنون والاسم والمصدر علی
صورة واحدة (مختار) فتربصوا۔ التربص الانتظار (مختار)

اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ فَاسْلُكْ فِيْهَا
مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي
الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ۝ فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ
لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ
خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ وَّاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ ۝ اور بے شک ہم نے نوح کو

مِنْ كُلٍّ — سوائے حفص کے تمام قراء بغیر تنوین۔

مَنْزِلًا — شعبہ سا تو فتح میم اور کسر زاء سے یعنے مکان مبارک۔

فاسلك قال ابن عباس اجعل معك فى السفينة من كل زوجين اثنين اخرجه ابن جرير وابن ابى حاتم (در) يقال سلكته فى كذا واسلكته فيه (ابن جرير) فيها - اى فى الفلك من كل زوجين بالتنوين اى من كل نوع زوجين واثنين تاكيد - وفى قراءة بغير التنوين اى من كل امتى الذكر والانثى واحدين من زوجين اى فردان لاصنفان - واهلك اى اهل بيتك او ومن امن معك سبق عليه القول سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى کا نقیض ہے - کیونکہ علیٰ ضرر کے لئے استعمال پایا ہی جسطرح لام نفع کے لئے۔ منہم اس کا مرجع اہل ہے وہی اپنے دو معنوں سے . و قل رب عن مجاهد قال لنوح حين انزل من السفينة - (ابن جریر) یعنے جب حضرت نوح کشتی سے اتر چکے تو اسطرح کہنے کا حکم ہوا . قتادہ نے کہا کہ اللہ تعالے نے تمکو سکھلایا کہ سوار ہوتے وقت اسطرح کہو فَسُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ - بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ - اور اترتے وقت اسطرح کہو رَبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ - عبد بن حمید وابن منذر وابن ابی حاتم نے تخریج کی (در) وان كنا لمبتلين یہ اِن ثقیلہ سے خفیفہ ہے - لام لمبتلین فارقہ ہے اور ضمیر شان محذوف ہے - معنے یہ ہیں کہ تحقیق شان یہ ہے کہ ہم نے قوم نوح کو بلاء غرق میں مبتلا کیا - یا یہ کہ انکا امتحان منظور ہے جو اُن کے بعد آنیوالے ہیں - دیکھیں اُن میں سے کون کون اس قصہ سے عبرت لیتے ہیں قال قتادة اى ابتلى الناس قبلكم اخرجه عبد بن حميد وابن المنذر وابن ابى حاتم (در) ۱۲

اُنکی قوم کی جانب بھیجا تو نوح نے کہا کہ اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اسکے سوا تمھارا کوئی سلہ
معبود نہیں۔ پھر کیا تم نہیں ڈرتے سکہ تو اُن کے قوم کے سردار جو کافر تھے بولے کہ یہ (نوح) تم
ہی جیسا ایک آدمی ہے چاہتا ہے کہ تم پر فضیلت پائے اور اگر اللہ رسول بھیجنا چاہتا تو فرشتوں کو
اُتارتا ہم نے اپنے اگلے باپ دادا مین یہ نہین سنا۔ وہ تو صرف ایک مرد ہے کہ جسکو جنون
ہوگیا ہے۔ تو ایک وقت تک اسکا انتظار کرو (کہ مرجائے یا دیوانہ پن جاتا رہے) نوح نے
(اُن کے ایمان سے ناامید ہوکر) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار انہون نے مجھکو جھٹلایا
ہے تو میری مدد کر (یعنے جیسا کہ وہ مجھے جھوٹا کہتے ہین اُنکو اس بات کی سزا دے) تو ہم نے اُنکے
جانب وحی بھیجی کہ ہمارے آنکھون کے سامنے اور ہمارے حکم سے ایک کشتی بناؤ۔ پھر جب ہمارا
حکم (یعنے عذاب) آئے اور تنور سعہ (پانی سے) اُبلنے لگے تو کشتی مین ہر جنس مین سے (نر و مادہ) دو دو کا
جوڑا بٹھالو اور اپنے لوگون کو (بھی) مگر اُن مین سے جنکی نسبت (غرق ہونیکا) حکم پہلے ہوچکا
(اُنکو نہ بٹھاؤ) اور ان ظالمون کے بارے مین مجھسے کچھ نہ عرض کرنا (یعنے اُنکی نجات کے لئے دعا

سلہ یہ جملہ بطور تعلیل واسطے امر عبادت کے آتا ہے یعنے جب دوسرا خدا ہی نہین تو پھر عبادت کیسی۔ ثبت العرش
ثم انقش سکہ یعنے جب تم غیر خدا کی عبادت کرتے ہو تو پھر کیا تم اُس کے عذاب سے نہین ڈرتے کہ تم پر نازل
ہوجائے۔ سعہ یعنے تنور جس مین روٹی پکائی جاتی ہے اُس سے پانی اُبلنے لگے تو اُس وقت کشتی مین سوار ہوجانا
جب تنور سے پانی جوش کرنے لگا تو آپکی زوجہ نے آپکو آگاہ کیا تو اُسی وقت آپ کشتی مین سوار ہوگئے۔ (کبیر)
ان شاء اللہ پورا قصہ آیندہ لکھا جائیگا۔ ۱۲

نہ کرنا کیونکہ یہ (بسبب شرک و معاصی کے) ضرور ڈوبے جائینگے - پھر جب تم اور وہ لوگ

جو تمھارے ساتھ ہین کشتی مین بیٹھ لین تو کہو اللہ کا شکر ہے جسنے ہم کو ظالمون سے نجات دی۔

اور عرض کرو اے میرے پروردگار مجھکو برکت کا اتارنا اتار اور تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔

بے شک اس (قصہ نوح) مین بہت سی نشانیان ہین اور ہم امتحان لینے والے ہین - اس

قصہ مین اشارات ہین - (پہلے) یہ کہ قوم نوح علیہ السلام نے حضرت کو جنون کی طرف منسوب

کیا - اس لئے کہ احوال اہل حقیقت کو ارباب طبیعت جنون سمجھتے ہین - اسی طرح اہل حقیقت احوال

ارباب طبیعت کو جنون جانتے ہین اِنۡ تَسۡخَرُوۡا مِنَّا فَاِنَّا نَسۡخَرُ مِنۡكُمۡ كَمَا تَسۡخَرُوۡنَ - حافظ

شرطِ اوّل قدم آنست کہ مجنون باشی	در رہِ منزلِ لیلٰے کہ خطرہاست درو

(دوسرے) یہ کہ کشتی کو اپنے روبرو بنانیکا حکم فرمایا - حضرت جنید بغدادی فرماتے ہین کہ جو

کوئی بمشاہدہ حکم و مراقبۂ آلٰہی کام کرتا ہے تو اُس سے رضامندیِ حق حاصل ہوتی ہے - معاملات

عبادات ہوجاتے ہین - (تیسرے) یہ کہ حضرت نوح علیہ السلام نے مبارک مقام مین اتارنے کی دعا کی -

آدمی کو بھی چاہئے کہ ہر وقت ایسی منزل ڈھونڈھے کہ جہان نفس و شیطان کے وساوس نہ

نہ آنے پائین - اور قرب و وصال حاصل ہو ع ہرگز نہ رود جائے کا نجا نہ ترا یا یم - اور یہ

ملہ یعنے اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمنے جو قوم نوح کو ہلاک کیا اس مین تمھارے وقت کے مشرکین کو عبرت لینے کا مقام اور نصیحتین ہین کہ جیسے وہ اپنے کفر و تکذیب کی پاداش مین خراب ہوے اسیطرح یہ بھی کہین نہ ہلاک ہوجائین ۱۲ ملہ

ملہ اگر تم ہمسے ٹھٹھا کرتے ہو تو اسی طرح ہم بھی تم سے ٹھٹھا کرتے ہین ۱۲

اُسیوقت ہوگا کہ جب سب کام اللہ کے لئے ہون۔ حدیث مین ہے کہ "جس نے دیا یا روکا دوستی رکھی یا دشمنی رکھی (غرض) یہ سب کام اللہ تعالیٰ ہی کے لئے کیا تو اُس نے اپنا ایمان پورا کرلیا" (چوتھے) یہ کہ حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نوسو ۹۵۰ سال تک صبر کیا آخر مین اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی۔ آدمی کو چاہیے کہ شدت کے وقت صبر کو ہاتھ سے نہ دے اور ہرحال مین اُسکی مدد کا منتظر رہے۔ ۵

اُسے فضل کرتے نہین لگتی بار۔		نہو اُدس سے مایوس امیدوار

پھر اللہ تعالےٰ نے دوسرا قصہ ثمود کا بیان فرمایا جو وہ بھی تکذیب صالح علیہ السلام سے ہلاک ہوگئے۔ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۝ فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ۝ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝ اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا

(حاشیہ: اَنْ — نافع و ابن کثیر و ابو عمرو و کسائی کے نزدیک ضم نون سے۔ غَيْرُهٗ — کسائی کے نزدیک کسرہ سے)

(حاشیہ: مُتُّمْ — نافع و شعبہ و حمزہ و کسائی کے نزدیک ضم میم سے)

سلہ ابن ماجہ ۱۲ قرنا۔ قال ابو مالک امۃ اخرجہ ابن ابی حاتم (در) یعنے قرن سے مراد اہل قرن ہے۔ اترفناهم۔ نعمناهم و جملته معطوفة او حالية بتقدير قد انكر۔ تكرير الاول للتذكير والتاكيد مخرجون ای من الاجداث او من العدم تارة اخرى الى الوجود (بیضاوی) القبور

اَنَّكُمْ مُخْرَجُوْنَ ٥ۙ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ٥ۙ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ -36
وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ٥ۙ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ۨافْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ 3-3
لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ٥ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ٥ قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ٥ -39
فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ٥ پھر ہم نے -41
اُن کے بعد دوسری اُمت (یعنے قومِ ثمود) پیدا کی۔ تو ہم نے اُن مین اُن ہی مین سے ایک
رسول (یعنے صالح کو) بھیجا (تا اُن کو سمجھاے) کہ اللہ کی عبادت کرو اُس کے سوا تمھارا کوئی

ھیھات ھیھات۔ اس مین ایک ضمیر مستتر ہے جو اُسکا فاعل ہے مرجع اُسکا التصدیق یا صحت ہی جو کلام سابق سے مفہوم ہوتا ہے۔ اور لما توعدون اُسکا بیان ہے اور متعلق مقدر سے ہے یعنے البعث المذکور کائن لما توعدون۔ ان ھی یہ ضمیر شان نہین بلکہ اسکا مرجع حیاۃ ہے اور چند صورتون مین متاخر کی طرف ضمیر راجع ہو سکتی ہے جسکو نحویون نے بیان کیا۔ ایک صورت یہ بھی ہے کہ جب خبر تفسیر ہو وسے جسطرح یہان ہے۔ اسکا اصل اِن الحیاۃ الاحیاۃ الدنیا ہے پھر لفظ ہی کو مقامِ حیاۃ مین رکھے کیونکہ خبر اُس پر دلالت کرتی ہے اور اسکے معنے یہ ہین کہ لاحیاۃ الاھذہ الحیاۃ یعنے نہین ہے زندگی مگر یہی۔ کیونکہ اِن نافیہ لفظ ہی پر داخل ہوا جو معنی مین حیاۃ کے ہے اور جو جنس ... ہے تو مثل لا کے ... بعد کو نفیِ جنس کا فائدہ دیتا ہے۔ قال ابن عباس رضی اللہ عنہما بعید بعید اخرجه ابن جریر ... المنذر وابن ابی حاتم وقال قتادۃ ... فی نفسهم یعنے البعث بعد الموت اخرجه عبد الرزاق وابن جریر وغیرهما ... ابن عباس جعلوا کالشئ المیت البالی من الشجر۔ اخرجه عبد الرزاق وابن جریر وغیرهم (در) فبعدا۔ مصدر بعد اذا هلك وهو من المصادر التی تنصب بافعال لایستعمل باظهارها (بیضاوی) یدل علی ان الرسول فی هذا الموضع صالح لقوم ثمود (ابن جریر) ۱۲

معبود نہین۔ تو کیا تم (اُس کے عذاب سے) نہین ڈرتے۔ اور رسول کی قوم کے اُن سرداروں
نے کہا جو کافر تھے اور جنھون نے آخرت کے آنے کو جھٹلایا تھا اور ہم نے اُنکو زندگی دنیا مین
آسودگی دے رکھی تھی کہ بس یہ (صالح) تو تم جیسا ایک بشر ہے جو تم کھاتے ہو وہی کھاتا ہی
اور جو تم پیتے ہو وہی پیتا ہے۔ اور اگر تم نے اپنے جیسے بشر کی اطاعت کی تو تم اس صورت
مین ضرور خراب ہو گئے۔ کیا یہ تم سے وعدہ کرتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے اور مٹی اور ہڈیان
ہو جاؤ گے تو تم (قبرون سے زندہ کر کے) نکالے جاؤ گے۔ بعید ہے بعید ہے جسکا تم سے وعدہ
کیا جاتا ہے (یعنے مر کے اُٹھنا عقل سے دور ہے)۔ بس یہی ہماری دنیا کی زندگی ہے[۱] مرتے
ہین اور جیتے ہین۔ اور ہمکو تو مر کر زندہ ہونا نہین۔ اور یہ تو صرف ایک مرد ہے کہ جس نے
اللہ پر جھوٹ بھتان باندہا ہے اور ہم تو اُسکو ماننے والے نہین ہین۔ (پیغمبر نے کہا) کہ اے میرے
پرور دگار میری مدد کر کہ اُنہون نے مجھے جھٹلایا۔ (اللہ نے) فرمایا کہ تھوڑی دیر کے بعد یہ
نادم ہون گے (یعنے جب علامات عذاب دیکھین گے تو تمھارے جھٹلانے سے پشیمان ہونگے
اور اُسوقت ندامت بھی نفع نہ دیگی)۔ پھر تو اُنکو ایک سخت آواز نے[۲] سچے وعدہ کے مطابق

[۱] یہ جملہ مفسر جملہ سابق کا ہی یعنے بعضے مرتے ہین اور بعضے پیدا ہوتے ہین یا یہ کہ موت وحیات دونون ہمارے لئے ہین۔ دنیا مین حیات ہے اُس کے بعد موت ہی پھر اُسکے بعد حیات نہین صاف منکر ہی ہین کہ کافرون نے کہا کہ یہ مرنا جینا بطور تناسخ ہی لیکن قیامت کا اُٹھنا محال ہے [۲] جبرئیل علیہ السلام نے ایک سخت آواز کی جس سے اُنکے قلوب شق ہوگئے اور وہ سب مر گئے۔ اسی سے لوگون نے استدلال کیا کہ وہ قوم صالح علیہ السلام تھی کیونکہ آواز سخت سے ...

پکڑلیا تو ہم نے اُن کو خس[1] و خاشاک (یعنے ہلاک) کر دیا پس ظالموں[2] پر پھٹکار ہے اس قصہ
مین اشارہ ہی کہ جب اہلِ دنیانے رسول کو عیب لگایا تو آپ نے اللہ ہی کی طرف متوجہ ہوکر
اُسی سے مدد طلب کی۔ آدمی کو بھی چاہئے کہ حق بات کی اشاعت پر کسی کے عیب لگانیسے
کبھی بُرا نہ مانے بلکہ جس کے لئے وہ کام کر رہا ہی اُسی کے طرف متوجہ ہو جائے ع دُر دُر کرین
سہیلیان مین مُر مُر دیکھون توئے حکایت ایک شخص کو کسی کی محبت کے باعث کوڑے
لگائے جا رہے تھے اور وہ اُف تک نہین کرتا تھا اُسنے چند کوڑون کے بعد ایک کوڑے پر
چیخ ماری۔ لوگون نے پوچھا کہ تو نے اب تک ضبط کیا پھر اس بیقراری کا کیا سبب ہے کہا
جس کے لئے مجھپر کوڑے لگائے جا رہے تھے وہ جب تک مجھے دیکھتا رہا مجھے صبر آیا جب
میرا محبوب اس جا سے چلا گیا تو طاقتِ ضبط نہ رہی۔ فقیر کہتا ہے کہ ہمارا محبوبِ حقیقی تو ہمیشہ
ہمین دیکھ رہا ہی۔ پھر رنج و مصیبت مین کیون گھبرائین اور کیون صبر کو ہات سے دین۔ یہ
اشارہ ہی کہ کافرون نے رسول کے ظاہری حال (کھانے[3] پینے کو) دیکھ کر عیب لگایا۔

[1] یہ عبارت کا ترجمہ ہے۔ اصل غثاء ہے کہ جو بہتے ہوے پانی پر سڑے ہوے تنکے اور پتی وغیرہ پڑا اچھلا ہوا ہوتا ہی صاحب تفسیر حسینی کہتے ہین غثا رخس و خاشا کہ سیل آن را باطراف افگند سیاہ کہنہ گردد۔ یہان انکی ہلاکی کو غثا سیل سے تشبیہ دی گئی جیسے ہلاک ہونیوالے کے لئے عرب کہتے ہین سال بہ [2] یہ بددعا ہے یا خبر ہو یعنے ہم نے کافرون کے لئے ایسی ہی پھٹکار رکھی ہے۔ [3] مولانا روم فرماتے ہین ؎

او خورد گردد پلیدے زو جدا	این خورد گردد ہمہ نورِ خدا

اگر سچ پوچھئے تو مقبولانِ حق تجلیاتِ الٰہی سے سیراب رہتے ہین اور جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کھانا پینا تھا

اِس لئے آدمی کو نہ چاہئے کہ ظاہر بین ہو جاے۔ کسی نے خوب کہا مَنْ رَأٰی ظَاھِرَھُمْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ وَمَنْ رَأٰی بَاطِنَھُمْ فَقَدْ اَفْلَحَ وَنَجَا یعنے جس نے خاصانِ حق کا ظاہر دیکھا تو خراب ہوا۔ اور جس نے اُن کے باطن پر نظر ڈالی تو اوسکو نجات و کامیابی ہوئی

قصہ سوم جس مین بہت سے انبیا علیہم السلام کا حال بطور اجمال بیان فرماتا ہے۔ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِھِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِیْنَ ۝ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّۃٍ اَجَلَھَا وَمَا یَسْتَاْخِرُوْنَ ۝ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا کُلَّمَا جَآءَ اُمَّۃً رَّسُوْلُھَا کَذَّبُوْہُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَھُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰھُمْ اَحَادِیْثَ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ۝ پھر ہم نے اُن کے بعد اور اُمتین پیدا کین۔ کوئی امت اپنے وقت سے نہ آگے بڑھ سکتی اور نہ پیچھے رہ سکتی ہے۔ پھر ہم لگاتار اپنے رسول بھیجتے رہے۔ جب کبھی کسی اُمت کے پاس اُسکا رسول آیا انہون نے اُسکو جھٹلایا

رُسُلَنَا بضم السین ساکنۃ سکون سین کے ۱۲

تَتْرَا ابو عمرو ابن کثیر ساتھ تنوین کے ایک صفحہ کے دو لغتین ہین ۱۲

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۰۳) اُمت ضعیف کے خیال سے تھا ورنہ آپکو کھانے پینے کی حاجت نہ تھی اور ... پیٹ پر پتھر باندھتے تھے تو وہ گرسنگی کا باعث نہ تھا بلکہ آپکی کمال ... اور اس عالم شہادت مین امت کی تربیت کے لئے ...

... روح المعانی ما تسبق ای ان کل امۃ لھا اجال مکتوبۃ فی الحیاۃ والموت ... عن ابن عباس رضی اللہ عنہما یتبع بعضھم بعضا وفی لفظ بعضھم علی اثر بعض ... عن قتادۃ مثلہ اخرجہ ابن جریر وغیرہ (در) تترا مصدر من المواترۃ وھی التعاقب فی موضع الحال ای متواترین واحدا بعد واحد والتاء الاولی بدل من الواو فانہ ماخوذ من الوتر وھو الفرد احادیث جمع حدیث غیر قیاسی ... کسی شاعر نے کیا کہا

وَاِنَّمَا الْمَرْءُ حَدِیْثٌ بَعْدَہٗ		فَکُنْ حَدِیْثًا حَسَنًا لِّمَنْ وَّعٰی

توہم بھی ایک کے پیچھے دوسرے کو (ہلاک) کرتے رہے اور ہم نے انکو کہانیاں بنا دیا۔
تو جو قوم کہ ایمان نہین لاتی اسکو (رحمت حق سے) دوری ہو یہ مشرکون کے لیے وعید شدید
ہے یعنے جیسے دنیا مین ہلاک ہو چکے آخرت مین تو ہمیشہ عذاب میں گرفتار رہین گے **قصہ**
45 **چہارم** حضرت موسے علیہ السلام کا بیان فرمایا ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ
46 بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۙ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ
-48 فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ۚ فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا
9 مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ۚ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۚ پھر ہم نے موسے
اور اُن کے بھائی ہارون کو بھیجا اپنی نشانیان اور دلیل ظاہر دیکر. فرعون اور اُس کے
سرداروں کی طرف تو وہ تکبر کرنے لگے اور وہ سرکش لوگ تھے (یعنے پیغمبرونکی نافرمانی کرتے تھے)

لہ فاهلكنا بعضهم اثر بعض (ابن جرير) اى فاتبعنا فى الاهلاك (بيضاوى) بآياتنا وسلطن
مبين. آیات سے مراد ید بیضا اور عصا وغیرہ اور سلطان سے مراد ایسی حجت کہ جو دشمن کو ساکت کر دے
یا سلطان [illegible] اول اور اصل معجزات ہے اور اُس سے بہت معجزے ظاہر ہوتے تھے۔
اس لئے اُسکو علیحدہ بیان کیا [illegible] یا دونون سے مراد معجزات ہی ہین جیسے عطف ایک
صفت کا دوسری صفت پر باوجود اتحاد ذات [illegible] بالرجل والنسمة
المباركة. اسیطرح نفس آیات سے سلطان مبین [illegible] لگئی ہے [illegible]
جو لازمی اور متعدی دونون طرح سے آتا ہے جس کے معنے واضح یا ملزم کے ہو سکتے ہین (خفاجی)۔
سلہ عالين قال ابن زيد علوا على رسلهم وعصوا رسلهم. ذلك علوهم اخرجه
ابن جرير وابن ابى حاتم (در) ۱۲

پس کہنے لگے کہ کیا ہم اپنے ہی جیسے دو آدمیوں پر ایمان لے آئین حالانکہ اُن دونوں کی

قوم ہماری خدمت کرتی ہے۔ پس اُنھوں نے دونوں کو جھٹلا دیا تو ہلاک کر دیے گئے۔

اور البتہ ہمنے موسے کو کتاب (یعنے توریت) عطا فرمائی تا کہ وہ لوگ (یعنے بنی اسرائیل)

ہدایت پائین۔ اِن قصوں میں بڑا شبہ منکرینِ نبوت کا یہی تھا کہ احوالِ انبیاء کرام کو بلحاظ

بشریت اپنے حال پر قیاس کرتے تھے۔ لیکن یہ نہین سمجھا کہ اللہ تعالے نے انبیا کو معارف

جلیلہ اور اعمالِ حمیدہ سے مختص کیا تھا۔ دیکھو بعضے غبی ایسے ہوتے ہین کہ کسیقدر بھی فکر کرین

لیکن اُس سے کچھ بھی فائدہ نہین ہوتا۔ اسی طرح بعضے نفوسِ قدسیہ کو اللہ تعالے نے

وہ قدرت دی کہ بے فکر و تعلم کے لاکھوں اشیاء کی حقیقت معلوم کر لی۔ انبیاء کرام کو

جو علومِ غیب عنایت ہوئے تھے دوسرے اُس سے محروم۔ اُنکو جو باتین حاصل ہوین

دوسرے اُس سے بے نصیب اور جو کسی کو کچھ ملا تو اُنھین کی پیروی کی برکت

ملا۔ بعضے سست عقیدہ بھی اولیاء کرام کے فیوضات و برکات سے انکار کرتے ہین اور

جب خود مین وہ بات نہین پاتے ہین تو اُن بزرگوں سے بھی اُسکی نفی کرتے ہین لیکن

ف کیونکہ ضمیر کا مرجع فرعون اور اُسکی قوم نہین ہوسکتی اسلیئے کہ توریت اُن کے اغراق کے بعد نازل ہوی بدلیل قول خداوندی وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ مِنْ بَعْدِ مَآ اَهْلَکْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰی۔ تو اب موسے کے پہلے قوم یعنے مضاف کو مقدر ماننا کیونکہ ضمیر جمع اور ذکر موسے اس کے لئے قرینہ ہے۔ یا یہ کہ موسے سے مراد اُن کی قوم ہے جسطرح کہ تمیم و ثقیف کہتے ہین ۱۲۰

یہ قیاس بالکل صحیح ہنین اللہ تعالے نے فرمایا یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاۤءُ ۔ پانی کو دیکھو ایک تلخ و شور ۔ اور ایک شیرین بامزہ ۔ زمین کو دیکھو ایک موضع گل و لالہ سے پر بہار ۔ ایک جگہ خس و خاشاک سے خراب ۔ اسی طرح ہزارون مثالین ہین ۔ مولانا روم نے کیا خوب فرمایا ہے

کار پاکان را قیاس از خود مگیر ‌ ‌ ‌ گرچہ باشد در نوشتن شیر و شیر

جملہ عالم زین سبب گمراہ شد ‌ ‌ ‌ کم کسے ز ابدال حق آگاہ شد

ہمسری با انبیا برداشتند ‌ ‌ ‌ اولیا را ہمچو خود پنداشتند

گفتہ اینک ما بشر ایشان بشر ‌ ‌ ‌ ما و ایشان بستہ خوابیم و خور

این ندانستند ایشان از عمے ‌ ‌ ‌ ہست فرقے درمیان بے انتہا

ہر دو گون زنبور خوردند از محل ‌ ‌ ‌ لیک شد زان نیش و زان دیگر عسل

ہر دو گون آہو گیا خوردند و آب ‌ ‌ ‌ زین یکے سرگین شد و زان مشک ناب

ہر دو نے خوردند از یک آبخور ‌ ‌ ‌ آن یکے خالی و آن از پر شکر

صد ہزاران اینچنین اشباہ بین ‌ ‌ ‌ فرق شان ہفتاد سالہ راہ بین

این خورد گردد پلیدی زو جدا ‌ ‌ ‌ وان خورد گردد ہمہ نور خدا

این خورد زاید ہمہ بخل و حسد ‌ ‌ ‌ وان خورد آید ہمہ نور احد

این زمین پاک وانشوره است وبد ‌ ‌ این فرشته پاک وآن دیواست ودد
هر دو صورت گر بهم ماند رواست ‌ ‌ آبِ تلخ وآبِ شیرین را صفاست

دوسرے یہ کہ فرعون اور اسکی قوم نے اپنے مال و متاع پر فخر کیا اور رسولون کو چشمِ ظاہری سے دیکھا اسلئے حقیقتِ حال سے آگاہ نہوے۔ مولانا فرماتے ہین ۵

حسِ دنیا نردبانِ این جہان ‌ ‌ حسِ عقبیٰ نردبانِ آسمان
صحتِ این حس بجوئید از طبیب ‌ ‌ صحتِ آن حس بجوئید از حبیب
صحتِ این حس ز معموریِ تن ‌ ‌ صحتِ آن حس ز تخریبِ بدن
شاہِ جان مر جسم را ویران کند ‌ ‌ بعد ویرانیش آبادان کند
اے خنک جانے کہ بہرِ عشقِ حال ‌ ‌ بذل کرد او خان و مان و ملک و مال
کرد ویران خانہ بہرِ گنجِ زر ‌ ‌ وز ہمان گنجش کند معمور تر

پانچوان قصہ آخرِ انبیاءِ بنی اسرائیل یعنے عیسیٰ علیہ السلام کا بطور اجمال بیان فرمایا وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنٰهُمَا إِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ

رُبْوَۃٍ نافع و مکی و بصری و حمزہ وکسائی ساتھ ضمِ را کے

ربوۃ۔ قال ابن عباس المستوی وفی روایۃ عنہ المکان المرتفع (در) ربوہ کے معنی رفعت کے ہین کیونکہ جو شخص اپنی قوم مین شریف و عزیز ہو تو کہا جاتا ہے وھو فی ربوۃ من قومہ (ابن جریر) ذات قرار۔ ای مستویۃ یستقدم علیہا ساکنوھا۔

ع ۱۸ ۳ ۲

قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ۝ اور ہم نے مریم کے بیٹے (عیسٰی علیہ السلام) اور انکی ماں کو نشانی بنا دیا

(یعنی بے باپ کے پیدا کیا) اور ان دونون کو ایک اونچی جگہ پر ٹھہرایا جو ٹھہرنے

اور جاری پانی کی جگہ تھی - ظاہر تر قول یہ ہے کہ وہ جگہ بیت المقدس ہے

جہان چشمہ جاری ہوگیا تھا - جس کا بیان سورۂ مریم مین گذرا - اب

خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بطور تعظیم بصیغۂ جمع مخاطب ہو کے فرمایا

یا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس امر کی حکایت فرمائی جو ہر زمانہ

معین - الماء الجاری وھو النھر الذی قال اللہ قد جعل ربک تحتک سریا - اخرجہ ابن جریر وغیرہ (در)
بعضون نے کہا میم معین زاید ہے بر وزن مفعول کیونکہ بسبب ظہور کے وہ پانی مدرک بالعین ہے
جب کسی شے کو آنکھ سے پالیا تو کہتے ہین عَانَہٗ جس طرح کسی کو رکبہ (یعنے گھٹنے) سے مارے تو
کہتے ہین رَکَبَہٗ (اصل مین معیون ہے مثل مبیوع کے تعلیل ہوئی) اور بعضون نے میم اصلی کہا
تو وہ بر وزن فعیل ہے یعنے بسبب جاری رہنے کے نافع ہے تو وہ ماعون سے ہے جس کے معنی
منفعت کے ہین (کبیر) اصل مین مَاءٌ مَعِیْنٌ ہے (یعنے موصوف مقدر ہے) جب پانی بہا تو کہتے ہین
معن الماءُ (بیضاوی)

(در) ؎ اخرج عبد الرزاق وابن جریر وغیرھم عن قتادۃ قال ولدتہ مریم من غیر اب ھو لہ
یعنے ولادت بغیر باپ کے ان دونون کے درمیان ایک معجزہ تہا -
؎ ابن عباس کا قول ... ابن جریر وغیرہ نے قتادہ سے انہون نے کہا کہ ربوہ بیت المقدس ہے
ابن کثیر نے کہا وھو الاظھر لانہ المذکور فی الآیۃ الاخری -
؎ رضی نے کہا کہ کلامِ قدیم مین صیغہ جمع بقصدِ تعظیم غیر ضمیر متکلم مین واقع نہین ہوا لیکن
یہ خطا ہے - بلکہ بکثرت کلامِ عرب مین مطلقا اور اسی طرح تمام زبانون مین ہی پایا جاتا ہے چنانچہ
ثعالبی نے فقہ اللغۃ مین اس کی تصریح کی ہے - اور مین نے بھی کلام متقدمین مین بہت سی جا پایا
اس جا خوفِ تطویل سے ذکر نہین کیا فَحَسْبُکَ مِنَ الْقَلَادَۃِ مَا اَحَاطَ بِالْعُنُقِ
(خفاجی)

مین اپنے رسولؐ کو حکم فرمایا یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ؕ وَ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ۝ فَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَیْنَهُمْ زُبُرًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَیْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝ فَذَرْهُمْ فِیْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِیْنٍ ۝ (ہمنے کہا کہ)

اے رسولو پاک چیزون مین سے (یعنے حلال اور ستھری چیزین) کھاؤ اور اچھے کام کیا کرو اسلئے کہ جو کچھ تم کرتے ہو مین جانتا ہون۔ اور بیشک یہ تمہارا دین ایک ہی دین ہے اور مین تمہارا پروردگار ہون تو مجھ سے ڈرو۔ پھر امتون نے اپنا امر (دین) باہم متفرق کردیا۔ ہر ایک فرقہ اُس (دین) سے جو اُسکے پاس ہے خوش ہے۔ تو (اے نبیؐ) تم انکی غفلت مین انکو ایک وقت تک چھوڑ دو۔ اللہ تعالی نے رسولون کو اکل حلال کا حکم عمل سے پہلے فرمایا

أَنَّ
نافع و ابن کثیر و ابو عمرو کے ساتھ فتح ہمزہ کے۔
أَنْ
شامی ساتھ سکون نون کے یہ اَنْ ثقلہ سے مخفف ہے یہ دونون قراءتون مین ماقبل پر عطف ہے یعنے وَاعْمَلُوْا اَنَّ اور اہل کوفہ کی قراءت جو بکسر ہمزہ ہے وہ مستانفہ ہے کیونکہ وہ جملہ اِنِّیْ بِمَا پر معطوف ہے۔ تو مستانف کا معطوف بھی مستانف ہوگا ۱۲

لہ اسمین عیسی علیہ السلام بھی پہلے ہیں داخل ہین کیونکہ ماقبل کے اتصال سے ظاہر ہے۔ اور راہب لوگ جو کہانے پینے اور نکاح وغیرہ کے ترک کو مشروع سمجھتے ہین ان پر رد ہے۔ اخرج عبد الرزاق وابن جریر وغیرہما عن قتادۃ قال کتبا وقال الحسن قطعوا کتاب اللہ بینہم فحرفوہ وبدلوہ (در) زبر جمع زبور یعنے کتب کیونکہ زبرت کے معنی کتبت کے ہین وزن اسکا فعول ہے معنی مین مفعول کے جس طرح رسول ہے۔ اور زبرا دوسرا مفعول ہے تقطعوا کا کیونکہ تقطع معنی مین قطع کے ہے جیسے تقدم معنی مین قدم متعدی کے ہے غمرتہم۔ اخرج ابن جریر وغیرہ عن مجاہد قال فی ضلالتہم۔ حین۔ قال الموت (در) شبہ الضلالۃ بالماء الذی یغمر القامۃ لانہم مغمورون فیہا۔ وقال صاحب مختار الصحاح وقد غمرہ الماء ای علاہ وبابہ نصر والاغتمال الانغماس فی الماء ۱۲ لہ اس ارشاد سے دوام مراقبہ کی ترغیب دلائی ۱۲

رزق حلال

اس لئے کہ عمل کی عمدگی اکل حلال پر موقوف ہے جسکی روزی خالص حلال سے ہو اسکے عمل بھی نہایت ہی عمدہ ہوتے ہین۔ جو حرام کہاتا ہے اسکی دعا تک بھی قبول نہین ہوتی چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[۱] کہ اے لوگو اللہ تعالی طیب ہے اور وہ طیب ہی کو قبول فرماتا ہے۔ اور اللہ تعالی نے مومنون کو وہی حکم دیا جس کا رسولون کو حکم دیا رسولون کے لئے فرمایا یَاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ مومنین کے لئے فرمایا یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَارَزَقْنٰکُمْ پھر ذکر فرمایا کہ آدمی[۲] سفر دراز کرتا ہے کہ بال پریشان و چہرہ گرد آلود ہوتا ہے حال یہ ہے کہ اسکا کہانا حرام پینا حرام۔ لباس حرام۔ غذا حرام (دعا کیلئے) وہ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف دراز کرکے یارب یارب کہتا ہے تو اب دعا کسطرح قبول ہوگی ام عبد[۳] اللہ دختر شداد بن اوس سے روایت ہے کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک پیالہ دودہ وقت افطار بھیجا۔ آپنے اُس لانیوالے کو لوٹا دیا یہ کہکر کہ یہ دودہ تمہارے پاس کہان سے آیا۔ مین نے کہلایا کہ میری بکری کا ہے۔ پہر آپنے واپس کیا کہ یہ بکری کہان سے آئی

---

[۱] صحیح مسلم و جامع ترمذی و مسند امام احمد اور لفظ اسی کے ہین ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے (ابن کثیر)
[۲] یعنے باوجودیکہ مسافر کی دعا مقبول ہے لیکن بسبب حرام مین مبتلا ہونے کے قبولیت کہان۔
[۳] امام احمد زہد مین اور ابن ابی حاتم اور حاکم نے مع تصحیح تخریج کی (در)

کہلایا میں نے میرے مال سے خریدا ہے۔ پھر آپنے اسکو پیا۔ جب دوسرا روز ہوا اتم عبداللہ نے خود حاضر ہوکر پوچھا کہ میں نے دودھ بھیجا تھا آپنے لانیوالے کو واپس فرمایا۔ آپنے ارشاد فرمایا کہ رسولوں کو بھی حکم ہے کہ وہی کہائیں جو طیب ہو اور وہی کریں جو نیک کام ہو۔ **امام احمد** بن حنبل کے ہمراہ یحییٰ بن معین برسوں سفر میں رہے۔ لیکن آپ انکا کہانا ایک کلمہ کے سبب سے نہیں کہاتے تھے۔ وہ یہ کہ یحییٰ بن معین نے کہا تھا کہ میں کسی سے سوال نہیں کرتا اور جو بغیر سوال شیطان بھی کچھہ دیدے تو کہا لونگا۔ امام احمد نے انسے دوری اختیار کی۔ یحییٰ بن معین نے معذرت کی۔ اور کہا میں نے ہنسی سے کہا تھا

لہ قوت القلوب جلد دوم صفحہ ۲۹۰ میں مذکور ہے کہ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دودھ کے اصل سے سوال فرمایا جب اسکی خبر دیگئی تو پھر اس کے اصل اصل سے سوال فرمایا پھر اسکی بھی خبر دیگئی تو آپ کو پسند آیا پی لیا۔ یہی حلال کا حکم ہے۔ کہ پہلے ذات کو پہچاننا پھر اسکی اصل کو پہچاننا۔ جب اسکی اصل اور اصل اصل عمدہ ہو تو اسکے بعد کچھ معاف ہے۔ اور جو خود نہ دیکھا ہو لیکن کسی مسلمان متقی نے خبر دی تو وہ قائم مقام دیکھنے کے ہے۔ حدیث میں ہے لَا تَأْكُلْ إِلَّا طَعَامَ تَقِيٍّ وَلَا يَأْكُلْ طَعَامَكَ إِلَّا تَقِيٌّ یعنے تو متقی کا ہی کہانا کہا۔ اور متقی کو ہی کہلا۔ اسلئے کہ متقی اپنے دین کی احتیاط اور اپنے علم سے کوشش کرتا ہے اب تجھے بحث و کوشش کی ضرورت نہ رہی کیونکہ وہ خود تیری جا بے پر ہو گیا اسی لئے احادیث میں آیا کہ جب کوئی اپنے بھائی کے مکان میں جائے اور وہ اوس کے سامنے کہانا پیش کرے تو بغیر سوال کئے اسکا کہانا کہالے۔ پانی پی لے۔ کیونکہ اوس متقی نے احتیاط سے ہی حاصل کیا ہے پھر اب سوال کرنا تکلف ہے اور مسلمان کو تکلف نہ چاہئے۔ اسی لئے متقدمین علما و صالحین کے

امام نے فرمایا کیا دین سے ہنسی کرتے ہو۔ تم کو معلوم نہین کہ کہانا بھی دینداری مین
داخل ہے اور اللہ تعالی نے اسکو عمل سے بھی مقدم فرمایا۔ ارشاد ہوا كُلُوا
مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا فقیر کہتا ہے کہ امام کی غرض یہ تھی کہ
ہر شخص جو کچھ دے نہ لینا چاہئے بلکہ متقیون سے لے۔ اور غیر متقی سے بعد دیانت

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۱۲ } پاس کہانا کہانا پسند کرتے تھے۔ لیکن جو اپنے کسب مین احتیاط
نہ کرتا ہو اور اسکو پروا نہین کہ کسی طرح بھی کمائے اور جس طرح ہو کہالے اور ہمیشہ جہان سے
درہم آئے لے لیا کرے تو یہ متقی نہین ہے اسوقت تجھے سوال و بحث اپنے دین کے احتیاط
کیلئے ضروری ہے اسی لئے یہ حدیث آئی کہ تو متقی کا ہی کہانا کہا تو تقوی یہی ہے کہ حرام سے
بچے اور تجارت و پیشہ مین حکم کتاب و سنت پر چلے۔ خیانت و مکر معاملہ مین نہو۔ جہوٹ اور
دہوکا تجارت مین نہو۔ جو ملازمت و تجارت و صنعت خلاف حکم کتاب و سنت ہو وے وہ
تجارت و ملازمت حلال نہین۔ اسکا نام ہی تجارت و صنعت کہنا غلط ہے بلکہ وہ علما کے
پاس خیانت و مکر یا فریب و حیلہ ہے حضرت سہل فرماتے تھے کہ حقیقت اس کام
کی اسی شخص کو حاصل ہوگی جو چار کام اختیار کرے گا (۱) فرائض سا تھ سنت کے ادا کرے
(۲) تقوی سے حلال کہائے (۳) ظاہر و باطن مین منہیات سے باز رہے۔ (۴) ان باتون
پر موت تک صبر کرے۔ یہ بھی فرمایا کہ لوگ مشاہدہ ملکوت اور وصال سے بسبب دو چیزون
کے محروم ہوے۔ ایک غذا اچھی نہین۔ دوسرے خلق کو اذیت دیتے ہین۔ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم سے مروی ہے کہ ایک فرشتہ بیت المقدس مین ہر رات ندا کرتا ہے کہ جو حرام کہائیگا
نہ اسکا صرف قبول ہوگا نہ عدل۔ کہا گیا کہ صرف نفل ہے اور عدل فرض۔ حضرت ابو ہریرہ
کی حدیث مین ہے کہ معدہ بدن کا حوض ہے اور رگین اسکی طرف پیاسی ہوکر جاتی ہین ۔
جب معدہ صحیح ہوا تو تمام عروق کو صحت ہوئی اور جو معدہ بیمار رہا تمام عروق مین بیماری
پہیل گئی اور دین مین کہانے کی مثال ایسی ہے جس طرح پایہ مکان کے لئے جب پایہ مضبوط ہو تو

اچھا ہو تو لیوے) **حضرت سری** سقطی اکل حلال کیلئے کوشش کرتے اور جب تک معرفت نہ ہوتی نہین کہاتے تھے۔ اور جب امام احمد کا ذکر آتا تو انکی تعریف فرماتے اور کہتے کہ وہ ایسے جوان ہین جو ساتھ غذا طیب کے معروف ہین بعضے علمانے ایک شخص صاحب عیال کو دیکہا کہ بیکار و معطل ہے۔ فرمایا کسب

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۱۳ بنا مستحکم و مرتفع ہوا اور جب پایہ ضعیف اور ٹیڑھا ہو تو بنا گر پڑے اور خراب ہو۔ اخبار مشہور مین حضرت علی وغیرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ دنیا کے حلال پر حساب ہے اور اُسکے حرام پر عذاب **سفیان ثوری** و یوسف بن اسباط فرماتے ہین کہ شبہ نہین والدین کی طاعت نہین ہے **فضیل** بن عیاض فرماتے ہین کہ جو طلب حلال کیلئے ذلت کے مقام مین کہڑا رہا تو اللہ تعالی اس کا حشر صدیقون کے ہمراہ کرے گا۔ اور قیامت مین شہداء کے مقام مین اسکو جگہ دیگا۔ **بشر** بن حارث فرماتے تھے کہ مین عمدہ چیزون کو زہد کے خیال سے نہین چھوڑتا بلکہ اُسکے خریدنے کیلئے حلال پیسہ نہین ملتا بعضے ابدال کو کسی مسافر نے کچھ کہانے کو دیا۔ انہون نے نہین کہایا۔ نہ کہانے کی وجہ پوچھی۔ فرمایا کہ ہم حلال ہی کہایا کرتے ہین۔ اسی لئے ہمارے قلوب کو زہد دنیا مین استقامت رہتی اور ایک ہی حالت پر رہتے ہین۔ اور ملکوت کا کشف اور مشاہدۂ آخرت ہوتا ہے۔ پہر فرمایا کہ اگر ہم تین دن تمہارا کہانا کہائین تو وہ ہمارا علم یقین اور خوف و مشاہدہ سب جاتا رہے ایک دوسرے شخص نے انسے کہا کہ مین صائم الدھر ہون اور ہر مہینہ مین تیس قرآن ختم کرتا ہون۔ بدل نے فرمایا یہ دودہ کا ایک گہونٹ جواب مین نے پیا اس ثواب سے بہتر ہے جو تین سو رکعت مین تیس ختم ہون اور وہ دودہ جنگلی بکری کا تہا۔ ایک حدیث مین آیا کہ جو شخص چالیس دن حلال کہایگا اللہ تعالی اسکے دل کو نورانی کر دیگا۔ اور حکمت کے چشمے اسکے دل سے جاری فرماوے گا۔ کہا جاتا ہے کہ جو حلال کہاوے اور سنت پر عمل کرے وہ اس امت کے ابدال سے ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جو نماز پڑھے اور اس کے شکم مین حرام ہو یا لباس حرام ہو تو اسکی نماز قبول نہین ہوتی

کیونکہ اگر تو کسب سے کچھہ حاصل کریگا تو تیرے اہل وعیال تیری دنیا کہا یئن گے اور جو تجھے کسب نہو گا تو تیرا دین کہا جائین گے (فقیر کہتا ہے کہ جب فاقہ کی تکلیف سہی نہ جائیگی تو پھر اپنے علم وعمل سے بطور ریا کچھہ نہ کچھہ حاصل کرنا پڑیگا۔ جیسے علماءِ سُو اور مکّار فقیر کرتے ہین خدا ہمکو انہین سے نہ کرے یا یہ کہ خلافِ شرع مال حاصل کریگا) **بشر** فرماتے تھے کہ جب مال شبہ سے جمع ہوتا ہے تو خواہشات

بقیہ حاشیہ صفحہ ۔ ؎ **بیان تفصیل حلال** ۔ اصل اسمین حدیث نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ ہے کہ حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور ان دونون کے درمیان شبہات ہین جنکو اکثر لوگ نہین جانتے ۔ جس نے انکو چھوڑ دیا اس نے اپنے دین وعزت کو بچا لیا ۔ اور جو اطراف چراگاہ کے چرے گا قریب ہے کہ وہ اسمین گر جائے گا ۔ اور ہر اک بادشاہ کے لئے چراگاہ ہوتا ہے ۔ اور اللہ کی چراگاہ اسکی زمین مین اُسکے محرمات ہین (بخاری ومسلم) کہا جاتا ہے کہ یہ حدیث علم کا ایک تہائی حصہ ہے ۔ اب حلال اُسی کو سمجھنا چاہیے کہ جو ظاہر ہوجائے ۔ اور جسکو اُس کی حلت کا یقین ہو اور دل مومن عالم کو اُس سے اطمینان ہو ۔ حرام بھی اسی طرح ہے جسکی حرمت ظاہر ہو اور قلب مومن اُس سے نفرت کرے ۔ کبھی بعضون کے قلوب کسی شے سے بسبب تقوی کم ہونیکے مطمئن ہوتے ہین اور بعضون کے قلوب کسی شے سے بسبب نقصان علم کے نفرت کرتے ہین ۔ یہ دونون دل کسی کام کے نہین اور انکا کچھہ اعتبار نہین ۔ ہان اُسی دل کا اعتبار ہے جو معادنِ ملکوت کے پرکھنے کیلئے کسوٹی بنا ہو ۔ اور کہرے کہوٹے کو پہچان لیتا ہو ۔ یہ اُسی کا دل ہے جو مومن موقن عالم ہو ۔ یہ دل قلوب مین اُسی طرح نادر ہے جس طرح خالص سونا معادن مین نایاب ہوتا ہے بعضے علما نے کہا کہ حلال وہی شے ہے جو ساتھ حکم جائز کے متقی عادل کے پاس سے دیا جائے ۔ اور جو ایسے کے پاس سے آئے جسکی نہ عدالت اور نہ جرح معلوم ہو تو وہ شبہ ہے ۔ اور جو ظالم یا فاجر کے پاس سے آئے تو وہ حرام ہے اگرچہ ساتھ حکم جائز کے لیوے ۔ یہی قول حق سے قریب ہے اور اسی کے قریب قریب بعضے علمانے کہا کہ جس کا مال نہ خیانت سے نہ مالِ ظالم سے ملا ہو وہ حلال ہے

بیان تفصیل حلال

فتویٰ قلب

مین ہی خرچ ہوتا ہے۔ **حضرت سری** رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ وہی شخص شبہات سے کے چھوڑنے پر صبر کریگا جو خواہشات چھوڑ دیگا۔ کسی زاہد کا ایک چاندی کا ٹکڑا گر گیا تو وہ تمام دن اسکو ڈھونڈھتے رہی۔ کہا گیا کہ آپ تو تمام دنیا کو چھوڑ بیٹھے پھر اتنے سے ٹکڑے کیلیے اسقدر کوشش۔ فرمایا کہ یہ طلب بسبب اسی زہد دنیا کے ہی۔ کیونکہ اس ٹکڑے کا عوض مجھے ملنا دشوار ہی اسلئے کہ اسکی حلت سے مین آگاہ تھا اور مین وہی کہاتا ہون جس کا مجھے علم ہوتا ہے۔ **مشہور ہے** کہ جو مال احتیاط سے پیدا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۱۵ } اور جو ظالمون سے ملا اور بد دیانتی سے مال فراہم کیا اُسکے پاس جو کچھ ہے وہ حرام ہے۔ اور جس کا مال مختلط ہوا اور تمیز نہ ہوسکے۔ اسطرح کہ وہ کبھی ظالمون سے کبھی اہل تقوی سے معاملہ کرتا تھا تو جو کچھ اسکے ہاتھ مین ہے مشتبہ ہی اور حدیث مین آگیا ہے دَعْ مَا يَرِيْبُكَ اِلٰى مَالَا يُرِيْبُكَ یعنے جسکے حلال ہونے مین شک ہی اسکو چھوڑ دے اور جسمین شک نہین اسکو اختیار کر ایک حدیث مین آیا کہ گناہ وہی ہے جو دل مین کھٹکے۔ کیونکہ اللہ تعالی نے بھی گناہ کو دل ہی سے متعلق کیا اور اُسکے اوصاف مین سے ٹھہرایا۔ چنانچہ فرمایا وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ۔ ایک حدیث مین آیا کہ جسپر دل کو اطمینان ہو وہی نیکی ہے اور جو سینہ مین کھٹکے وہ گناہ ہے اور لوگون کا اسپر آگاہ ہونا بھی اچھا نہ معلوم ہو تو اُسکو چھوڑ دے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی فرمایا کہ مومنین شہداء اللہ ہین۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جسکو مومنین اچھا سمجھین وہ اللہ کے پاس بھی اچھا ہے اور جسکو وہ برا جانین وہ اللہ کے پاس بھی برا ہے چنانچہ حق سبحانہ فرماتا ہے فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ یعنے قریب مین اللہ اور اُسکا رسول اور مومنین تمہارے عمل دیکھین گے۔ یعنے جس عمل کو کہ اللہ کا دیکھنا تجھے ناپسند ہووے تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اُسمین شک ہی **اب** بندہ کو چاہئے کہ جہانتک ہوسکے طلب حلال مین کوشش کرے اور جو عمدہ سے عمدہ کسب سے حاصل ہووے وہ اپنے ذات کیلئے اختیار کر اور اوسکو طعام اور لباس مین صرف کرے۔ اور جسمین کہ شبہ ہو اور نفس مین خلش ہو لیکن اسکی ضرورت ہو

کریگا وہی محل پر خرچ کریگا۔ اور جسکو یہ خیال نہین کہ مین کس طرح حاصل کیا تو اسکو اسکی بھی پروا نہین کہ مین کس طرح خرچ کیا (فقیر کہتا ہی حدیث مین آیا کہ مال کے متعلق دو طرح کا سوال ہوگا کہ کہان سے فراہم کیا اور کہان خرچ کیا) **خلاصہ** یہ کہ آدمی پر اُسیقدر کوشش کرنی ضروری ہی جس قدر اسکی طاقت و وسعت ہی۔ تو چاہیئے کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۱۶) تو اسکو عیال کے نفقہ مین یا ان چیزون مین جو طعام و لباس کے سوا ہون جیسے لکڑیان یا گھر کے کرایہ وغیرہ مین خرچ کرے۔ اگر کسی نے بسبب شک کے کوئی شے چھوڑ دیا گو وہ اللہ کے علم مین حلال تھی تو بھی اللہ تعالی اُسکی نیت کا اُسکو ثواب دیگا۔ اور جو قلتِ ورع اور بے پروائی سے کوئی شے لیوے گو وہ حلال بھی ہو تو اُسکی سوءِ نیت اور عدم توجہ بسوے شرع سے وہ گنہگار ہوگا۔ جاننا چاہیئے کہ حلال و حرام یہ دو تو ظاہر طور پر ایک دوسرے کے ضد ہین۔ اور شبہات یعنے شبۂ حلال و شبۂ حرام یہ دونون مشتبہ ہین کیونکہ ایک وجہ سے وہ حلال سے مشابہ ہی اور ایک وجہ سے حرام سے۔ تو آب حلال و حرام کی مثال سفید اور سیاہ رنگ کی طرح ہی۔ کیونکہ یہی دو رنگ اصل الوان ہین۔ یہ نہ کسی کی فرع ہین اور نہ کسی سے حاصل ہوے ہین۔ شبۂ حلال کی مثال مثلِ زرد رنگ کے ہی کیونکہ وہ سفیدی سے پیدا ہوا ہے۔ اور شبۂ حرام کی مثال سبز رنگ کی ہے کیونکہ وہ سیاہ رنگ سے پیدا ہوا ہی۔ اب اگر کسی رنگ مین زردی اور سبزی دونون جمع ہو جائین تو یہی شبہات ہین جو اس شے مین مختلط ہو گئے ہین۔ تو اب اغلب و اکثر کو دیکھکر حکم لگانا چاہیئے۔ اگر زردی غالب اور اکثر ہی تو یہ شبۂ حلال اور حلال سے ہی قریب ہی تو اس سے لیوے لیکن وسعت و فراغت سے نہ لے کیونکہ وہ خالص حلال نہین ہی۔ اسکی مثال تاجرون اور اہلِ پیشہ کے اموال ہین جو اہلِ لشکر و معاملات کے پیسے سے مختلط ہوگئے ہین۔ اور جو سبزی اکثر و اغلب ہو تو یہ شبۂ حرام ہی تو ضرورت کے موافق اس سے لے۔ اسکی مثال بادشاہ کے امراء و وزراء کا مال ہے کیونکہ انکا مال بادشاہ کے مال سے مل گیا ہے۔ اور جو خالص سفید نظر آئے تو وہ علامتِ حلال ہی جس قدر چاہے اُس سے لے اور فراغت سے اُس کا

حلال و حرام کی مثال الوان سے بیان کرتے ہیں

اپنے علم و کوشش کے موافق دین کے امور ادا کرے۔ اور جو اپنے علم مین قصور ہو تو دوسرے عالم سے مدد لے لیکن نفس مین خباثت چھپا نہ رکھے۔ اور نفس کی خواہش کے موافق حیلے نہ ڈھونڈے پھر جو اسپر بھی حقیقتِ امر کو نہ سمجھے اور خطا ہو جائے تو معاف ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب شیطان آدمی کو بُرے کہانے مین مبتلا کر دیتا ہے تو پھر اُسکو اعمال مین

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۱۷ کے استعمال کی کچھ گناہ نہین ہے لیکن اسقدر وسعت سے زاہد رہیگا اسکی مثال غنیمت کے مال کی ہی اور جو عمدہ میراث ملے۔ اور جو کچھ غیر مغصوبہ زمین مین اُگے اور آسمان و دریا کا پانی۔ اور خشکی اور تری کا شکار۔ اور جو خالص سیاہ نظر آئے وہ علامت حرام ہے اُس سے ضرور دور رہ کچھ بھی اُسمین سے نہ لے۔ اگر تو لیگا تو فاسق کہلائیگا کیونکہ اکلِ حرام کبیرہ گناہ ہی۔ اسکی مثال مغصوبہ (یعنے چھینے ہوے) اموال اور جو بذریعۂ گناہ حاصل ہووے۔ اور جو دینے والا اپنی خوشی سے نہ دیوے۔ یہ بھی جاننا چاہئے کہ حلال و حرام یہ دونون تقوی اور فجور اور علم و جہل کے فرع ہین جب متقی و عالم کثرت سے ہوتے ہین تو حلال بھی اسوقت اکثر ہوتا ہے (جیسے زمانۂ خیر القرون مین) اور جب جاہل و فاسق کثرت سے ہو وین تو حرام اکثر ہوتا ہے (جیسے یہ زمانہ) اور اصل وجودِ حلال بادشاہ کے عدل و استقامت سے اور حاکمون کی توجہ صلاحِ دین اور خیر خواہی بادشاہ و مسلمین سے پیدا ہوتا ہے جس طرح کہ ظہورِ حلال اور اسکا پہیل جانا رعیت کی عمدگی پر موقوف ہی۔ اور جب یہ باتین نہوین بلکہ اسکے برعکس معاملہ ہوا تو حلال مخفی اور چھپ جاتا ہے اور حرام ظاہر ہو جاتا ہی۔ بشر بن حارث سے پوچھا گیا کہ تم کہان سے کہاتے ہو۔ فرمایا تم جہان سے کہاتے ہو۔ لیکن وہ شخص جو روتے ہوے کہاتا ہی اور وہ شخص جو ہنستے ہوے کہاتا ہے دونون برابر نہونگے۔ ایک دوسرے وقت مین فرمایا کسی کا لقمہ بڑا اور کسی کا چھوٹا ہوتا ہے شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ آج کے دن کسب بگڑ گئے پیشون مین شبہات پیدا ہو گئے اس زمانہ مین کثرتِ مال حلال نہین۔ اور اسکا جمع کرنا بھی جائز نہین۔ ہان ضرورت کے

مانع نہین ہوتا۔ اور کہتا ہی کہ میرا مقصد حاصل ہوگیا اب جو تو چاہے کرلے۔ اسکے بعد اعمال سے دل مین ظلمت و قسوت پیدا ہوتی ہی۔ خطراتِ معصیت کا ہجوم ہوتا ہی۔ عزم و ہمت مین فتور۔ توفیق و عصمت دور۔ علم مکنون و حکمت سے محروم رہتا ہی بعضی حکمانے کہا کہ دنیا ایک دریا موج زن ہی۔ اور سوداگر اس مین غوطے لگا رہے ہین۔ ایک غوطہ مار کے موتی نکالتا ہی۔ یہ اہلِ آخرت ہین جو اُسی کیلئے عمل کرتے ہین۔ ایک ڈوب کے اینٹ نکال لاتا ہی۔ یہ اہلِ دنیا ہین جو اُسکو حاصل کرنے مین بڑے حریص تھے۔ ایک مچھلی نکال لاتا ہی۔ یہ درمیانی لوگ ہین۔ ایک تہ مین ڈوب ہی گیا۔ یہ وہ مردود لوگ ہین کہ طاعت چھوڑ کے بازارون مین مشغول ہو جاتے ہین۔ یہی گناہون کی دریا مین غرق ہوگئے۔ ایک موجون مین بقرار نجات کا امیدوار ہی۔ جب ایک موج اُسکو اوپر لاتی ہی نجات کی امید بندھتی ہے اور جب دوسری موج اسکو غوطہ کہلاتی ہی مایوسی چھا جاتی ہی۔ یہ ہمارے زمانے کے وہ لوگ ہین جو استقامت کے طالب ہین توبہ کرکے نجات کے جانب آتے ہین۔ پہر قدیمی عادت سے ہلاک

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۱۸ ؎ موافق مسلمانون کو اسمین سے لینا چاہی۔ اور فرماتے تھے کہ یہ لوگ گویا انبیا کے قاتل ہین کیونکہ انہون نے انبیا علیہم السلام کے سنتون اور طریقون کو مٹا دیا اور جو نبی کے راہون کو مٹا یا گویا اُسنے اُنکو قتل کیا۔ یہ آپکا ارشاد سن ایک سو ستر کا ہی تو اب اسوقت کیونکر ہو ہان اب زہد فرض ہوگیا ہر چیز مین سے ضرورت کے موافق لے۔ اور جو کثرت سے لیگا اور جمع کریگا تو گنہگار ہو جائیگا۔ اور جو کچھ دنیا تیرے پاس سے جاتی رہے تو وہ تیرے لئے بہتر ہی گو تجھے برا معلوم ہوتو ہو (یہ شرح حاشیہ تھا۔ اور متن قوت القلوب سے ترجمہ کیا گیا۔) ۱۲

ہونے آمادہ ہو جاتے ہین (اللہ تعالی ہم سب کو نجات دے) امام غزالی فرماتے ہین
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ کُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنْ حَرَامٍ فَالنَّارُ
اَوْلیٰ بِهٖ یعنے جو گوشت کہ حرام سے بڑہے اُسکے لئے دوزخ شایان ہے۔ جاننا چاہئے کہ پاک
غذا مین تصفیۂ قلب اور اوسکے نورانی ہونیکے لئے ایک بڑی خاصیت ہے اور انوار
معرفت کے قبول کرنیکے لئے ایک قوی استعداد ہے۔ اور ایک سِر ہے کہ جس کا بیان کتاب
مین نہین ہو سکتا لیکن اسقدر سمجہنا چاہئے کہ حرام سے پرہیز کرنیکے چار درجے ہین۔
(پہلا درجہ) عادل شخصون کا ورع ہے یہ اُس حرام سے بچنے کو کہتے ہین کہ اگر آدمی اُسمین
مبتلا ہو تو فاسق ہو جائے اور اسکا عادل ہونا جاتا رہے اور موجب دخولِ نار ہو اور
گناہگار کہلائے یہ ورع اُسوقت حاصل ہوتا ہے کہ جتنی باتون کو فقہا حرام کہین اُس سے
اجتناب کرے (دوسرا) ورع صالحین کا ہے یہ اُس چیز سے بچنے کو کہتے ہین جسمین حرمت
کے شبہ کو دخل ہو گو مفتی ظاہر حال کی روسے اُسکی حلت کا فتوی دے اسیکے متعلق

ل کتاب الاربعین و احیا مین ۱۲ ۔ ترمذی بروایت کعب ۱۲ ۔ اسکے طرف التفات کرنیکی یہ دلیل ہے
کہ عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مین نے
ایک عورت سے نکاح کیا بعد اسکے ایک لونڈی سیاہ فام آئی۔ اور اوس نے کہا کہ مین نے تم دونون کو
دودہ پلایا ہے اور وہ جہوٹی معلوم ہوتی تہی۔ آپنے فرمایا کہ اپنی منکوحہ کو چہوڑ دے۔ اُنہون نے عرض کیا
کہ حضرت وہ لونڈی سیاہ فام ذلیل ہے۔ آپنے فرمایا کہ آخر اوس نے کہا تو کہ تم دونون کو دودہ پلایا ہے
تیرے لئے اس منکوحہ مین بہتری نہین تو اسکو چہوڑ۔ اور ایک روایت مین یون ہے کہ کیسے نہ چہوڑیگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دَعْ مَا یُرِیْبُكَ اِلٰی مَالَا یُرِیْبُكَ (تیسرا) ورع متقین کا ہے وہ یہ ہے کہ کوئی چیز نہ تو فتوی کی روسے حرام ہے اور نہ اسکی حلت مین شبہ ہے مگر اس سے یہ خوف ہے کہ نوبت حرام چیز کی طرف پہونچے یعنے جن چیزون مین کچھ خوف نہین انکو خوف کی چیزون کی خاطر چھوڑ دینا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا[1] لَا یَبْلُغُ الْعَبْدُ دَرَجَةَ الْمُتَّقِیْنَ حَتّٰی یَدَعَ مَالَا بَأْسَ بِہٖ حَذَرًا مِّمَّا بِہٖ بَأْسٌ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ہم حلال کے نودسوین حصے کو چھوڑ دیا کرتے تھے اس خوف سے کہ کہین حرام مین مبتلا نہو جائین۔ اور اسی لئے کسی بزرگ کے سو درم ایک شخص پر آتے تھے جب وہ دینے کو لایا تو ننانوے لئے اور ایک چھوڑ دیا اور بعض اکابر تجارت کرتے تھے جب اپنا دام لیتے تو ایک رتی کم لیتے اور دوسرے کو دیتے تو رتی زیادہ دیتے ہر طرح اپنا نقصان کرتے تا دوسرے کا مال اپنے پاس نہ آجائے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۲۰ اب یہ جو کہا گیا (بخاری) ایک صحیح حدیث مین عبداللہ بن زمعہ کے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے لڑکے کا فیصلہ انکی طرف کر دیا کیونکہ وہ انہین کی فراش اور بچھونے پر پیدا ہوا تھا۔ اور اس شخص کا دعوی باطل فرما دیا جو اس لڑکے مین منازعت کی تھی (کہ یہ میری اولاد ہے) اگرچہ وہ اسکی اولاد تھی) جب اس مدعی سے اس لڑکے کی پوری مشابہت ملاحظہ مین آئی تو حضرت سودہ کو فرمایا کہ تم اُنسے چھپا کرو حالانکہ یہ انکی بھن تھین پس فرمایا الولد للفراش سکو احکام ظاہر جائز رکھتے ہین لیکن انکا چھوڑ دینا متقیون کا ایک مقام ہے ۱۲ [1] یعنے چھوڑ اس چیز کو جو تجکو شک مین ڈالے اور اختیار کر اسکو کہ تجکو شبہ مین نہ ڈالے نسائی و ترمذی و حاکم بروایت امام حسن علی جدہ و علیہ الصلوۃ و السلام ۱۲ [2] یعنے بندہ متقیون کے رتبہ کو نہین پہونچتا جبتک بے خوف و مضائقہ کی چیزون کو خوف کی چیزون کے ڈر سے

اور اسکے سبب سے اللہ دوزخ سے بچاے - اور ایام طفلی مین حضرت امام حسن علی جدہ
وعلیہ الصلوۃ والسلام نے صدقہ کے چھوارون مین سے ایک اٹھا لیا - آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو فرمایا کہ چھی چھی یعنے اسکو ڈالدو - اور اسی تیسرے درجہ
کے ورع مین زینت اور خواہشات سے اجتناب کرنا ہی تا رفتہ رفتہ حرام تک نہ پہونچا
ورنہ زینت بذاتِ خود مباح ہی - اور اسی طرح توانگرون کے مکانون اور انکے
تجمل کو دیکھنا فی نفسہ مباح ہی مگر اُس سے حرص پیدا ہوکر حرام چیزون مین مرتکب
کروا تی ہی - اسی لئے اللہ تعالی نے فرمایا وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا
بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا - اسی لئے سلف کا قول ہی کہ جس شخص کا
کپڑا پتلا ہوتا ہی اسکا دین بھی پتلا ہوتا ہی - **غرض** یہ سب باتین اسی لئے ہین کہ
مباحات سے بڑھکر شہوات مین نہ پڑجائین - کیونکہ جب نفس خواہش مین چشم پوشی
کا عادی ہوجاتا ہی تو پانون پھیلاتا ہی اسی لئے خوف اس امر کا مقتضی ہوا کہ اس قسم
کے سب مباح چیزون سے اجتناب کیا جاے اور جس مال حلال مین یہ خوف نہو کہ کسی
گناہ کی طرف لیجائیگا تو وہ تیسرے درجہ کا پاک اور حلال ہی (**چوتھا**) ورع متقین
کا ہی انکے نزدیک حلال مطلق وہ مال ہی جسکے حاصل ہونے مین کوئی معصیت نہوئی ہو

لہ بخاری بروایتِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ۱۲-

اور جن اسباب سے کہ وہ حاصل ہوا ہو اُسمین کسی طرح کی کراہت نہو اور نہ اوس سے معصیت پر مدد لیجائے۔ اور نہ حال اور مآل مین اس سے قضاء حاجت مقصود ہو بلکہ صرف خدا کیلئے اور اسکی عبادت پر قوت حاصل کرنیکے لئے لیا جائے۔ ان لوگون کے نزدیک جو چیز خدا کے واسطے نہو وہ حرام ہے انکا عمل اس آیت پر ہے قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ فِیْ خَوْضِھِمْ یَلْعَبُوْنَ یعنے (اے پیغمبر) تم اللہ کہو پھر انکو اپنی بیہودہ باتون مین چھوڑ دو کہ کھیلا کرین۔ اسی ورع سے ہے کہ حضرت ذوالنون مصریؒ ایکبار ہو کے محبوس تھے ایک عورت نیکبخت نے اُنکے لئے کھانا داروغہ محبس کے ہاتھ بھجوایا۔ آپ نے قید مین نہ کھایا۔ پھر اُس عورت سے عذر کیا کہ میرے پاس ظالم کے ہاتھ پر پہونچا تھا یعنے جس قوت نے مجھکو کھانا پہونچایا وہ اچھی نہ تھی۔ اسی لئے مین نے نہ کھایا۔ اور اسی قسم کی یہ حکایت ہے کہ بشر حافی اُن نہرون کا پانی نہین پیا کرتے تھے جو امرا نے کھودوائی ہین۔ کیونکہ کھودنے کی اجرت مال حرام سے دیگئی تھی اس لئے گویا اس سے فائدہ لینا ہوگا۔ اگرچہ پانی بذاتِ خود مباح تھا۔ کسی بزرگ کا غلام ایسے لوگون کے پاس سے چراغ سلگا لایا کہ جو ظالم تھے آپنے اسکو گل کر دیا۔ ایک بزرگ نے دوا پی۔ انکی بی بی نے کہا کہ اگر تم صحن مین کچھ ٹہل لو تو بہتر ہے کہ دوا اپنا اثر کر لے۔ آپنے فرمایا کہ مین اپنے نفس کا حساب تیس برس سے کر رہا ہون یہ رفتار مجھکو معلوم نہین ہوتی کہ کچھ دین سے

متعلق ہو۔ اور اسی سے ہی جو حضرت[1] ابوبکر صدیق نے اپنے غلام کی کمائی کا دودہ پی لیا
پہر جو اس سے دریافت کیا تو اس نے کہا کہ مین نے ایک قوم کیلئے کہانت کی تھی اُنہون نے
مجکو یہ دودہ دیا تھا۔ آپنے اپنے منہ مین انگلی ڈالکر قے کرنا شروع کیا یہان تک کہ غلام
کو خیال ہوا کہ شاید آپکا دم نکل جائیگا۔ پہر آپنے فرمایا کہ الٰہی مین تیرے سامنے عذر
کرتا ہون اُس دودہ سے جو رگون اور آنتون مین رچ پچ گیا ہو" غرض جسقدر
آدمی اپنے نفس پر احتیاط مین مبالغہ کریگا اُسی قدر صراط پر سے جلد گذر جائیگا۔ اور
جس طرح ورع کے درجے دنیا مین مختلف ہین اسی طرح آخرت کے درجے ہین بعضے
لوگون نے ورع کا باب بالکل بند کر دیا۔ اور جو شخص ایک مال مین دوسرے مال سے
فرق بتاتا ہی اسکو بُرا جانتے ہین اور یہ عین بدعت اور گمراہی ہی۔ اور یہ اس لئے
کہتے ہین کہ تاسب حلال و حرام بے کہٹکے اپنے تصرف مین لائین۔ اگر آخری تین درجات

[1] امام بخاری بروایت ام المومنین بی بی عایشہ رضی اللہ عنہا۔ اور ابن ابی الدنیا نے کتاب الورع
مین بروایت قاسم بن عبد الرحمن بن مسعود سے بطور مرسل نقل کی کہ اس قصہ کی خبر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ "کیا تم کو معلوم نہین کہ صدیق اپنے پیٹ مین بجز مال طیب کے
اور کچہہ نہین ڈالتا" حضرت صدیق نے جو دودہ کو قے کر دیا اس خوف سے کہ کہین قوت نہ پیدا کرے
باوجودیکہ آپنے اوسکو ناد انستگی سے پیا تھا اور اس کا نکالنا واجب نہ تھا۔ لیکن خبیث مال سے پیٹ
کا خالی ہونا صدیقون کا ورع ہے۔ اور اسی قبیل سے ہی احتیاط کرنی درزی کی کمائی سے جو مسجد مین
بیٹہکر سیتا ہو اگرچہ اس کا پیشہ حلال ہی مگر اس کا مسجد مین بیٹہکر سینا مکروہ ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ
اُسکو مکروہ فرماتے ہین ۱۲

تجھسے نہین ہوسکتے ہین تو پہلا درجہ جو فقہا کا فتوی ہو اُسی پر چل - لیکن دو باتونکا خیال رکھ پہلے یہ کہ جہان دہوکے کے مقام ہین اُن سے اجتناب کرنا اور فقہا کے قول کی طرف اسوقت التفات نہ کرنا چنانچہ یہ مسئلہ کہ کسی شخص نے سال کے آخر مین اپنا مال اپنی بی بی کو ہبہ کر دیا اور اسی طرح بی بی کا مال آپ بطور ہبہ کے لیلیا تو دونون سے مال کی زکوۃ ساقط ہو جاتی ہو - یعنے پادشاہ زکوۃ طلب نہ کریگا - اور اسی طرح نماز ظاہری پڑہ لیا تو قتل سے بچ گیا - کیونکہ فقہا کے پاس وہی قانون ہو جسکو پادشاہ بطور سیاست استعمال کرتا ہو تا دنیوی انتظام اور معیشت کا بندوبست پوری طرح ہو - کیونکہ یہ دنیا بھی منازل راہ کی ایک منزل ہو - ہان جو تجھے یہ منظور ہو کہ کل شاہنشاہ حقیقی کے پاس بھی وہ بات نافع ہو تو اسطرف التفات نہ کر - (فقیر کہتا ہو کہ اسی طرح بعضے لوگ کہتے ہین کہ سیندہی اور تاڑی کلال کو بیچنا جایز ہو - لہذا جاگیرات سے جو اسکا محاصل آتا ہو اسکو حلال طیب سمجھکر کہاتے ہین حالانکہ آنحضرت[۱] صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کے باب مین دس شخصونکو لعنت کی کہ اُن مین نچوڑنیوالا اور نچوڑوانیوالا بھی ہین - اور اسی طرح رسول[۲] اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کہانیوالا اور کہلانیوالا اور دونون گواہ اور کاتب سود سب پر لعنت کی ہو - امام غزالی نے توشے حلال کو فرد خست

سلہ ترمذی و ابن ماجہ بروایت انس رضی اللہ عنہ اور ترمذی نے کہا کہ غریب ہے ۱۲

سلہ ابوداؤد و ترمذی ۱۲ -

کرنے ہین جس سے نتیجہ معصیت پیدا ہو علما کا اختلاف بتلایا ہے۔ فرماتے ہین اور نتائج مین معصیت کی مثال یہ ہی کہ جس تصرف کے کرنیسے آیندہ کو معصیت ہو۔ انمین سے زیادہ کراہت ان مسائل مین ہے کہ انگور کو شراب بنانیوالیکے ہاتھ فروخت کرے۔ یا تلوار کو رہزنون کے ہاتھ بیچے۔ اور علما کو اسمین اختلاف ہی کہ یہ معاملات صحیح ہین یا نہین اور انسے جو ثمن آتا ہی وہ حلال ہی یا نہین اور قیاس کے بموجب یہ ہی کہ یہ عقود صحیح ہین اور جو ثمن لیا جاتا ہی وہ حلال ہی ہان عاقد اس عقد کے سبب سے گنہگار ہے اسلیئے کہ عاقد کو گناہ اسی بات کا ہی کہ اس نے معصیت پر دوسرے کی اعانت کی اور اگر ریشمی کپڑا بیچ ہی اور بائع کو معلوم ہے کہ مشتری مرد اس کو پہنیگا تو یہ بیع حرام ہی یہ اُن اشیا کا حال ہی جنسے خود سے معصیت ہوتی ہی اسیطرح وہ مسئلہ کہ کسی نے اپنی بی بی کو اسغرض سے ستایا کہ تا وہ مہر معاف کردے۔ اگر وہ مہر اسکو معاف کردے تو مفتی کہیگا کہ معاف ہوگیا لیکن اللہ کے پاس اوسکو ہرگز حلال نہین ہین۔ کیونکہ اللہ تعالے فرماتا ہی فَاِنْ طِبْنَ لَکُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَکُلُوْهُ هَنِیْٓئًا مَّرِیْٓئًا تو اس معاف کرنے مین نفس کی خوشی کہان تھی۔ ہان دل راضی ہوا تھا۔ لیکن مولوی اور مفتی اس فرق کو نہین خیال کرتے کیونکہ انکی غرض ظاہری جھگڑونکا فیصلہ کرنا ہی۔ چنانچہ قصد

فرق در بیان رضامندی نفس و دل

سلہ پھر اگر عورتین نفس کی خوشی کے ساتھ اُس دمہر) مین سے کچھ تمکو چھوڑ دین تو اسکو رچ پچ کے کہاؤ ۱۲

لینے اور کڑوی دوا پینے کیلئے نفس خوش نہین لیکن دل راضی ہی۔ اسکا بیان طویل ہی **اصل**
یہ ہی کہ تجھی غیر کا مال اُسوقت حلال ہوگا کہ وہ اپنی پوری رضامندی سی تجھے دی۔ اور تجھے سوال کرکی بھی
کہانا نہ چاہیے۔ اور اگر سوال کرنا ہی ہو تو مجمع مین سوال کرنے سے پرہیز کر۔ شاید وہ شرم سے دی اور اسکی خوشی نہو کیونکہ
حیادار آدمی کو اپنی غیرت کا وہ خیال ہوتا ہے کہ مال کے جانیکا اسقدر خیال نہین ہوتا۔ اور ان دونو مین کیا فرق ہے کہ
کوئی ظاہری کوڑے مار کر مال لے اور کوئی باطنی کوڑا یعنی شرم وحیا دلا کر مال لے۔ اور اس سے بہی ڈرتا رہ
کہ کوئی تجھے تیرے دین کے خیال سے دی۔ یعنے وہ یہ گمان کرکے دیوے کہ تو متقی ہی۔ ہان اسوقت
یہ لینا تجھے حلال ہی کہ تیرے باطن مین کوئی ایسی بات نہو کہ اگر دینے والا اُس سے آگاہ ہووے
تو نہ دیوے۔ اور ان دونون مین بھی کچھہ فرق نہین کہ ایک بسبب تقوی اور تصوف کے لیتا ہے
حالانکہ وہ اسطرح نہین اور ایک دوسرا جھوٹا دعوی کرکے علوی کہلاتا ہی تاکچھہ مل جاوے۔
بصیرت والون کے پاس یہ سب حرام ہی۔ اگرچہ فقیہ ظاہر کے لحاظ سے حلال ہونیکا فتوی دے
دوسری بات یہ کہ دل سی فتوی پوچھنا اگرچہ وہ فتوی دین۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ وَاِنْ اَفْتَوْكَ۔ اسکا بیان طویل ہی۔ لیکن اسقدر طبرانی
جان لے کہ حرام کی ممانعت اسلئے ہوئی کہ تا دل مین ظلمت نہ پیدا ہو۔ اور حلال اسلئے مطلوب ہے
کہ تا دل نورانی ہو۔ اور تیرے اعتقاد سی اسکا ظہور ہوگا نہ نفس معتقد سی۔ چنانچہ کسی نے
کہانا دہرا ہوا کہا لیا اس گمان سی کہ وہ اجنبی کا ہی حالانکہ وہ اُسیکا تھا تو اُس سے قلب کی

تاریکی حاصل ہو گی۔ اور جو اجنبی کا کہانا اس گمان پر کہایا کہ وہ اپنا ہے تو ظلمت نہ پیدا ہو گی۔ یہی حال نجاسات مین ہے۔ اور جو طہارت کہ قلب کو نورانی بناتی ہے وہ ہی تیرا اعتقاد ہے۔ تجہے یہ حکم نہین ہوا کہ پاک لباس مین نماز پڑہ بلکہ یہ حکم ہے کہ تیرے[1] اعتقاد مین وہ پاک ہو تو طہارت ہو۔ سمجہنا یہی دل کو نورانی بناتا ہے گو حقیقت مین نہو۔ ہو۔ اسی لئے اہل وسواس پر سختی ہے کہ جب تک اُنکے دل کو اطمینان نہو اور طہارت کا اعتقاد نہو اُن کو اسمین تکلیف اٹہانی اور اعادہ کرنا چاہیئے۔ انہون نے اپنی جان پر سختی کی تو اللہ نے بہی ان پر سختی کی۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ۔ اسی طرح تجہے حلال مین لی اطمینان ہونا چاہیئے اگرچہ مفتی نے فتوی بہی دیا ہو۔ آگاہ ہو لیکن اپنے نفس پر سختی کرکے یون نہ کہہ کہ دنیا کا سب مال حرام ہے۔ ظالمون اور بُرے معاملے والون کے سبب سے وہ سب خبیث ہو گیا۔ اسلئے مین گہاس کہاکے رہونگا۔ یا یہ کہ سب کہاؤنگا حرام حلال مین تمیز نہ کرونگا۔ بلکہ یقینی اور قطعی طور سے جان کہ حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور اُن دونون کے درمیان امور متشابہات ہین۔ یہی حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین تھا اور قیامت تک رہیگا۔ اور اس قاعدہ کو یاد رکھ کر اُسکا تجربہ

[1] ایک شخص نے نماز پڑہی پہر بعد اسکو یاد آیا کہ اُسکا لباس نجس تھا تو صحیح تر قول ہے اسکا اعادہ نہین ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اثناء نماز مین نعلین نکال ڈالے جب جبریل علیہ السلام نے آپ کو آگاہ کیا کہ اسمین نجاست تھی۔ پہر آپنے اسی نماز کو پوری کی (اربعین) یہی شافعیونکا مذہب ہے ۱۲

حکم نہین کہ جو فی نفسہٖ حلال ہو بلکہ اُس کا حکم ہے جو تیرے اعتقاد مین حلال ہو اور کوئی سبب ظاہر اُسکے حرام ہونیکا نہ پایا جاے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرک کے اور حضرت عمرؓ نے نصرانی کے باسن سے وضو فرمایا۔ اور اگر پیاس کی ضرورت ہوتی تو (شاید) پی بھی لیتے حالانکہ نجس پانی پینا تو حرام ہے لیکن اُنھون نے اُسی طہارت کو باقی رکھا جو اصل مین تھی اور نجاست کے وہم سے اُنھون نے چھوڑ نہین دیا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص مجہول الحال[۱] تیری ضیافت کرے تو اُسکی ضیافت قبول کر لے۔ اور اگر کچھ خرید کرنا ہو تو خرید بھی لے اس لئے کہ مسلمان سے حسنِ ظن رکھنا چاہیے اور اصل یہی ہے کہ جو کچھ اُسکے ہاتھ مین ہے حلال ہے اور اگر کسی کی نکوکاری کو تو پہچانتا ہو تو اُسکے مال کو تو بطریق اولیٰ حلال سمجھنا چاہیے اور اُس سے معاملہ کرنا چاہیے۔ ہان اُس مال سے احتراز کرنا چاہیے جو بادشاہِ ظالم کے ہاتھ مین ہو یا ایسے شخص کے ہاتھ مین ہو جو سود خوار ہو یا شراب (اور سیندھی) بیچنے والا ہو اور تم اُسکو جانتے ہو تو ضرور ایسے مال سے پرہیز کرنا یہانتک دریافت کر لو کہ یہ مال کہان سے حاصل ہوا۔ اگر سبب حصول ظاہر ہو جاے کہ وہ حلال ہے تو اسوقت لینا چاہیے۔ اور نہین تو ظاہری علامت پر اعتماد کرنا چاہیے کیونکہ وہ قرینۂ حالیہ ہے۔ اور یہ اُسیوقت ہے

---

[۱] مجہول الحال وہ شخص ہے کہ جس کے ساتھ کوئی قرینہ ایسا نہین جس سے اُسکا فساد اور ظلم معلوم ہو جیسے سپاہیون کا لباس یا تمغہ ہوتا ہے اور نہ کوئی علامت صلاح کی ہے جیسے تصوّف والون اور تاجرون اور اہلِ علم کا لباس ہوتا ہے اور نہ اور کسی طرح کی علامت ہو۔ ۱۲

جب اس کا اکثر مال اسی طرح کا ہو اور جو اکثر حلال ہو تو تجھے کہانا جایز ہی اور اگر تو چھوڑ دے تو یہ ورع و تقوی ہی۔ چنانچہ ابن المبارک کے وکیلون نے جو بصرہ مین تھے وہان سی آپسے سوال کیا کہ ہم ایسے شخص سے معاملہ کرین کہ بادشاہ[١] سی معاملہ کرتا ہی۔ آپنے جواب دیا کہ سوائے بادشاہ کے وہ دوسرے سی معاملہ نہین کرتا ہی تو اُس سی معاملہ نہ کرو۔ اور جو غیرون سی بھی معاملہ

١ زمین لاوارث کو قابل زراعت کرنیکے سوا جو مال کہ بادشاہ کو حلال ہی اور رعیت اسمین شریک ہی وہ دو قسم پر ہی۔ قسم اول وہ ہی جو کفار سی لیا جاے جیسے غنیمت جو لڑائی جیتنے سی ہاتھ لگے اور فے جو بدون لڑائی ہاتھ لگے اور جزیہ اور صلح کے اموال جو شرایط کے بموجب لئے جاتے ہین۔ قسم دوم وہ ہی جو مسلمانون سے بادشاہ کے ہاتھ لگے۔ اس قسم کی آمدنی سے صرف دو طرح کے مال اُسکو حلال ہین۔ اوّل وہ میراث یا مال جس کا کوئی وارث نہ ٹھہرے۔ دوم وقف کا مال جس کا کوئی متولی نہو۔ اور صدقات تو اس زمانہ مین لئی نہین جاتے کہ اُنکا حال لکھا جائے۔ اور ان مدّون کے سوا جتنے خراج یا ڈنڈ کہ مسلمانون سے لئے جاتے ہین اور مال رشوت سب کے سب حرام ہین۔ پس اگر بادشاہ کی آمدنی بجز حرام کے اور کچھ نہو تو قطعی حرام ہوگا۔ اور اگر یقیناً معلوم ہو کہ خزانہ شاہی مین حلال و حرام دونون ہین تو اس صورت مین لوگون کو اختلاف ہی۔ بعض کا قول تو یہ ہی کہ جس چیز پر مجھکو یقین نہو کہ یہ حرام ہی تو مین لے سکتا ہون۔ اور بعض یہ فرماتے ہین کہ جب تک یہ ثابت نہو جائے کہ چیز مذکور حلال ہی اُسوقت تک اُسکا لینا نہ چاہئے اسلئے کہ شبہ کبھی حلال نہین ہوتا۔ اور یہ دونون قول حدِ اعتدال سے بڑھے ہوے ہین۔ اور قولِ متوسط اسمین وہی ہی جو ہمنے لکھا ہی کہ اگر اغلب حرام ہی تو حرام ہی۔ اور اگر حلال غالب ہی اور حرام کے ہونے کا بھی یقین ہی تو محلِ توقف ہی غرض سلاطین کے اموال مین ورع کے چار درجے ہین درجۂ اول یہ ہی کہ اونکے مال مین سے کچھ نہ لے۔ جس طرح سلف کے اہلِ ورع اور خلفاءِ راشدین کیا کرتے تھے۔ یہان تک کہ حضرت ابو بکر صدیق نے جو کچھ بیت المال مین سے لیا تھا اُسکا حساب کر کے جمع کیا تو چھ ہزار درہم ہوے وہ چھ ہزار درہم آپنے بیت المال مین دلوا دئے۔ تو یہ درجہ ورع کے درجون مین نہایت اعلی ہی درجۂ دوم یہ ہی کہ بادشاہ کا مال اُسوقت مین لیوے کہ معلوم ہو جاسے کہ جو کچھ مین لیتا ہون تو جہ حلال ہی۔ اب اگر سلطان کے ملک مین کوئی دوسرا مال حرام ہوگا تو اس شخص کو ضرر نہ کریگا اور اکثر آثار صحابہ خواہ اکابرِ صحابہ جو اہلِ ورع تھے ان سب کا لینا اسی درجہ پر محمول ہے۔ درجۂ سوم یہ ہی کہ بادشاہ سے جو کچھ لیوے اُسکو فقیرون اور

بادشاہ کی آمدنی کا بیان

کرتا ہی تو اُس سے معاملہ کرو حاصلِ کلام تیرے حق مین لوگ چھہ قسم کے ہین پہلی یہ کہ وہ شخص
مجہول ہووی تو اُسکے مال سے کہا۔ اس سے بچنا واجب نہین بلکہ محض ورع ہی دوسری یہ کہ
تو اس شخص کی نکوکاری کو پہچانتا ہو تو وہان ورع بھی نہ کر اور ایسی جاے ورع وسوسہ ہے
اور جو اُس سے کسی کو ایذا پہونچے تو حرام و گناہ ہی کیونکہ یہ بدگمانی سے نیک بخت آدمی کو ایذا دینا ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۳۰ ؎ مستحقون پر تقسیم کر دے باین لحاظ کہ جس مال کا مالک معین نہو حکم شریعت اسمین یہی ہے
اور اکثر سلف کا لینا اسی پر محمول ہی۔ درجۂ چہارم یہ ہی کہ نہ تو یہ ثابت ہو کہ وہ مال حلال ہی اور نہ تقسیم کیلیے
لیتا بلکہ رکھنے کیلیے لیتا ہے مگر ایسے سلطان سے لیتا ہے جس کا اکثر مال حلال ہی۔ اور جب کہ بیان گذشتہ سے
سلاطین کی آمدنی کے مدات معلوم ہوگئے کہ فلان حلال اور فلان حرام ہے اب اگر فرض کیا جائے کہ کسی شخص کو
عدِ حلال مین سے بقدر اُسکے استحقاق کے گھر بیٹھے ملجایا کرے اور کسی عامل کی خوشامد اور خدمت کی ضرورت نہ پڑے
نہ سلاطین کی تعریف اور نہ تزکیہ کی نوبت آئے اور نہ اُنکے مطالب مین موافقت ہو تو ایسی صورت مین مال کا لینا
حرام تو نہ ہوگا مگر کئی وجہون سے مکروہ ہوگا۔ اور بعض اموال ملک سلطان کے ہین جیسے وہ زمین جسکو قابلِ
زراعت کرے یا جو چیز اسکی زرِ خرید ہو کہ اُنمین بادشاہ کو اختیار ہے جسکو چاہے اور جس قدر چاہے دیدے
اور بعض اموال وہ ہین جو مسلمانون کی مصلحتون کیلیے لئے ہین جیسے چار خمس غنیمت کے اور میراثین لاوارثی ہین
تو جو شخص ایسی صفت سے موصوف ہو کہ اُس سے دین یا دنیا کی مصلحت متعلق ہو تو اُسکے لیے روزینہ کے بھی کوئی
مقدار نہین بلکہ امام کی راے پر منحصر ہی اُسکو اختیار ہی کہ چاہے اتنا دے کہ غنی کر دے چاہے بقدر کفایت پر
اکتفا کرے جیسی مصلحت وقت اور مال مین گنجایش ہو کر سکتا ہی اور وہ شخص مال لینے ہی سے فاسق ہو جاتا ہے
بلکہ فسق کے یہ حرکات ہین کہ سلاطین کی خدمت اور اعانت کرے اور انکے دربار مین جائے اور تعریف مین
مبالغہ وغیرہ امور کہ بدون انکے مال غالباً نہین ملتا بجالائے۔ غرض کہ سلاطین کے پاس جانا بدون
دو عذرون کے جائز نہین اول یہ کہ اُنکی طرف سے امر لازمی حاضر ہونے کا ہو نہ پیام اکرامی اور یہ معلوم ہو
کہ اگر مین نہ جاؤنگا تو مجھکو ستائین گے۔ یا رعیت کی طاعت فاسد ہو جائیگی اور انتظام درہم برہم ہوگا
تو اس صورت مین اسپر جانا واجب ہوگا دوسرے یہ کہ اسلیئے اُنکے پاس جائے کہ کسی بھائی مسلمان پر سے
ظلم کو دور کرے۔ یا نیت ہو کہ خود اپنے اوپر ظلم نہو خواہ اسکو سمجھانے سے یا فریاد و واویلا کرنے سے اسطرح جانیکی

تیسری یہ کہ تو اس شخص کو ظلم و ربوا سے پہچانتا ہو اور یہ بھی جانتا ہو کہ اس کا کل
مال یا اکثر مال حرام ہو جیسے سلاطین اور ظالم لوگ وغیرہ تو انکا مال حرام ہو چوتھی
یہ کہ تو پہچانتا ہو کہ اُس کا اکثر مال حلال ہو لیکن حرام سے خالی نہین جیسے ایک شخص
کہ سوداگری کرتا ہو اور اوسکے پاس میراث کا مال بھی ہو۔ اُسکے علاوہ بادشاہ
کے پاس بھی عمل کرتا ہو تو اب اکثر کے اعتبار سے لینا ہو سکتا ہو لیکن چھوڑ دینا اہم
ورع ہے پانچوین یہ کہ تیرے پاس اُس شخص کا حال مجہول ہو لیکن

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳۱) اجازت ہے لیکن اس شرط سے کہ جھوٹ نہ بولے اور نہ تعریف کرے
اور جس نصیحت کے قبول ہونے کی توقع ہو اسکو بدون بیان کئے نہ رہے۔ بادشاہوں کے پاس
جانیکا یہ حکم ہے جو بیان ہوا۔ سلاطین کے قاضیون اور عاملون اور خادمون سے معاملہ کرنا
بھی اسی طرح ہے جس طرح بادشاہ سے ہے۔ بلکہ اُن سے زیادہ تر احتیاط چاہیے۔ اور بادشاہ
وحکام کے ساتھ اس تشدد کی وجہ یہ ہے کہ معصیت دو قسم کی ہے ایک لازمی اور ایک
متعدی۔ فسق اور کفر تصور لازم ہین یعنے ان کا مرتکب اللہ تعالی کا گنہگار ہے اور
کسی کو ضرر نہین پہونچاتا اور انکا حساب خدائے تعالی پر ہے۔ اور حکام کی معصیت
ظلم سے ہے اور وہ متعدی ہے۔ اسی وجہ سے انکے باب مین تشدد زیادہ ہے۔ اور
جس قدر اُن کا ظلم زیادہ اور عام ہوگا اُسی قدر اللہ تعالی کے نزدیک زیادہ
خفگی کے مستحق ہون گے۔ اسی لئے اُن سے بہت اجتناب کرنا اور اونکی داد و ستد
سے بشدت محترز رہنا واجب ہے۔ یہ تمام بیان احیاء العلوم سے مختصراً نقل
کیا گیا ۱۲)

علامت[1] ظلم کی موجود ہو جیسے قبا اور ٹوپی جو لباس کہ ظالم سپاہیون وغیرہ کی وضع کا ہو تو یہ ظاہری علامت ہو اُس کے مال سے بچنا چاہئے اور اُس کے پاس بعد تفتیش و دریافت کے کہانا چاہئے۔ چوتھی یہ کہ تو اُس پر علامت فسق دیکھے نہ علامت ظلم۔ جیسے موچہیان درازہ ہون۔ یا آدہے سر کے بال نکال ڈالا ہو۔ یا تو نے دیکھا کہ وہ دوسرے کو گالی دیتا ہو یا اجنبی عورت کو گہورتا ہو۔ اب اگر تو جانے کہ اُسکے پاس مال موروثی یا تجارتی ہو تو اس سبب سے وہ مال حرام نہوگا۔ اور جو تیرے پاس وہ مجہول الحال ہو تو اسمین دیکہنا چاہئے کیونکہ علامت فسق علامت ظلم سے ضعیف تر

[1] یہ صورت شک ہے کیونکہ شک اُسکو کہتے ہین کہ ایک امر مین دو اعتقاد ایک دوسرے کے متقابل ہون اور ان دونون اعتقادون کے سبب بھی ایک دوسرے کے متقابل ہون۔ چنانچہ ایسی صورت مین دو احتمال ہو سکتے ہین۔ ایک تو یون کہہ سکتے ہین کہ قبضہ ملک کی دلیل ہے اور یہ علامتین ضعیف ہین تو چاہئے کہ اس چیز کو تصرف مین لانا درست ہو اور اس کا ترک کرنا ورع مین متصور ہو۔ اور ایک احتمال یہ ہے کہ یون کہئے کہ قبضہ ایک دلالت ضعیف ہے اور اسکے مقابل یہ علامات موجود ہین جن سے شک پیدا ہوگیا تو چاہئے کہ ایسا اقدام کرنا درست نہو اور ہم اسی دوسرے احتمال کو پسند کرتے ہین اور اسی پر فتوی دیتے ہین۔ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین دَعْ مَا یُرِیْبُکَ اِلٰی مَالَا یُرِیْبُکَ کہ بظاہر اس حدیث مین امر وجوبی ہے۔ گو مستحب ہونے کا احتمال بھی پایا جاتا ہے۔ اور ایک وجہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ وہ صدقہ ہے یا ہدیہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام سے اُس کی کمائی کا حال پوچھا۔ اور یہ سب تحقیقات شک کے مقام مین ہوئین ۱۲۔

بیان شک

دلالت ہی۔ لیکن میرے خیال مین ظاہر تر یہی ہے کہ اُس کا مال حرام نہین کیونکہ ظاہری
قبضہ اور اسلام مِلک پر ظاہر تر دال ہے اُس دلالت سے جو علامتِ تحریم ہے اور
یہ دلالت اُس دلالتِ مجوسیت و نصرانیت سے جو پانی کی نجاست کیلئے ہے قوی تر نہین
ہوسکتی۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عمر رضی اللہ عنہ نے اُسطرف
التفات نہین فرمایا۔ لیکن علامتِ ظلم اِس صورت سے مشابہ ہی کہ ہمنے ایک ہرن
کو دیکھا کہ پانی مین پیشاب کرتا تھا پھر ہمنے اُس پانی کو متغیر پایا اور یہ تغیر پانی کا
بہت دن رہنے سے ہونا ممکن نہ ہو سکے۔ اور پیشاب سے تغیر ہونا ممکن ہی تو اُس
سے بچنا ضرور ہے تاسببِ ظاہری کا ہی اعتبار ہو۔ پھر اُسکو یہ سب کچھ ہوئے بعد
بھی اپنے دل سے فتویٰ پوچھنا ضرور ہے اور جو دل مین کچھ خلش آئے تو اُس سے
دور رہی کیونکہ گناہ وہی ہوتا ہی جو دل مین کھٹکتا ہو۔ اس مقام پر ایک نکتہ یاد
رکھنے کا ہی جس سے اہل ورع غافل ہو جاتے ہین وہ یہ ہی کہ جہان ترک یا سوال از ورع
ہے تو اُس جا ئے ترک یا سوال اسطرح کہ جس سے ایذا پہونچے جائز نہین ہے چنانچہ جب
کسی مجہول الحال نے تیرے سامنے کھانا پیش کیا اور تو اُس سے پوچھے کہ یہ کہان سے[1]

[1] اور جب یقین ہو کہ اُسکا اکثر مال حرام ہے تو اُسوقت تفتیش کرنی واجب ہے اور پھر یہ پروا نہ کرنی چاہیے کہ پوچھنے سے مالک خفا ہوگا۔ اس لئے ظالم کو تو اس سے زیادہ ایذا دینی ضرور ہے۔ اور غالب یہ ہے کہ اسطرح کا آدمی سوال سے غصہ بھی نہ کرے گا ۱۲

ہے تو اُس کو تجھ سے نفرت ہو گی اور ایذا پہونچے گی۔ اور ایذا اور بدگمانی حرام
ہے۔ اور اگر تو کسی دوسرے سے پوچھے گا اور اُسکو اس کی خبر ہو جائے گی تو اور بھی
زیادہ تکلیف پہونچے گی۔ اور جو اس طرح پوچھے گا کہ جو کسی کو نہ معلوم ہو تو یہ تو نے
تجسس اور بُرا گمان کیا اور بعضے گمان تو گناہ ہین۔ اور تہمت و غیبت
مین مبتلا ہوتا ہے۔ اور ورع چھوڑنا حرام نہین ہے۔ اب اگر ترک کرنا ہو تو
نرمی سے کر اور جو بغیر ایذا کے ممکن نہ ہو تو کہا لینا چاہیے۔ کیونکہ مسلمان کا
دل خوش کرنا اور اُسکی ایذا سے بچنا یہ ورع سے ضرورتر ہے۔ اب تو بچتے رہ۔
کہ کہین اُن دہوکہ کہائے ہوئے قاریون مین سے نہو جائے جو ورع کے باریکیون
کو نہین پہچانتے۔ اور تجھے نہین معلوم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے بی بی بریرہ کے صدقہ مین سے تناول فرمایا اور یہ نہ سوال فرمایا کہ یہ صدقہ
دینے والا کون تھا۔ آپ پاس ہدیے آتے تو آپ سوال نہ فرماتے تھے۔ ہان
جو پہلے پہل مدینہ مین تشریف فرمائی ہوئی تو اسوقت سوال فرماتے تھے کہ یہ ہدیہ ہے
یا صدقہ۔ کیونکہ اسمین کسی کو تکلیف نہ تھی۔ اور قرینۂ حالی اس بات کا مقتضی تھا
کہ ممکن ہی کہ وہ ہدیہ یا صدقہ ہو۔ اور جب دعوت آپکو آتی تو قبول فرماتے اور سوال
نہ فرماتے اور جو کبھی آپنے پوچھا وہ نادر طور پر شک کے موقع مین ہے۔

نکتۂ اسرار معرفت

مسئلہ جب سلطان تمکو کوئی مال فقیرون کے دینے کیلئے بھیجے تو وہ دو حال سے خالی نہین - یا تو اُس مال کا کوئی مالک معین ہوگا - اس صورت مین لینا حلال نہین - اور جو معین نہوگا تو بھی بعض علما لینے سے انکار کرتے ہین ہم کہتے ہین اگر تم تین خطرون سے مامون ہو تو لے لینا بہتر ہے **اول** خطرہ یہ ہے کہ بادشاہ تمھارے لینے سے یہ سمجھ لے کہ اسکا مال طیب ہی تو ایسی صورت مین مال نہ لو کہ خطرناک ہے کیونکہ جتنی بہتری اس مال کے تقسیم کرنیسے ہوگی تو اُس برائی سے کم ہوگی کہ سلطان کو مال حرام پر جرأت ہونیسے ہوگی **دوم** یہ کہ دوسرے لوگ تمھاری پیروی کرین اور لینے کو جایز سمجھین اور مساکین کو نہ دین تو یہ خرابی پہلی خرابی سے بھی زیادہ ہے **سوم** یہ کہ بادشاہ نے خاص طور سے تمھارے پاس مال اسلئے بھجوایا تا تمھارے دلمین اُسکی محبت پیدا ہو - اگر یہ معاملہ ہو تو ہرگز مال نہ قبول کرو کہ زہر قاتل ہے اسلئے کہ جسکو آدمی دوست رکھتا ہے اسکے متعلق مداہنت کرتا ہے - تو اس سے معلوم ہوا کہ اس زمانہ مین سلاطین سے مال لینا گو وہ وجہ حلال ہی سے ہو مذموم ہے اسلئے کہ اُن گذشتہ خرابیون سے خالی نہین ہوتا۔ اور اگر تو کبھی کسی بازار مین غلہ حرام ہے تو کیا اُس بازار سے خریدنا چاہئے - مین کہتا ہون کہ اگر حرام کا اکثر ہونا ثابت ہو جائے تو نہ خرید کر مگر بعد دریافت - اور اگر تجھے معلوم ہو کہ حرام کثیر ہے[1] لیکن اکثر نہین ہے تو خرید کرنا ہوسکتا ہے - ہان دریافت کرنا ورع ہے - اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکے

---

[1] بعضے لوگ کہتے ہین کہ ہماری زمانہ مین اکثر اموال حرام ہین - لیکن یہ بات غلط ہے - اور غلطی کی یہ وجہ ہے کہ کثیر اور اکثر کے معنون مین فرق نہین سمجھتے - اور جو چیز کمیاب نہو کہتے ہین کہ وہ اکثر ہے - اور کمیاب اور اکثر کو ایک دوسرے کی ضد سمجھتے ہین - انکے گمان مین ان دونون کے بیچ مین کوئی تیسرا مرتبہ نہین - حالانکہ واقع مین اشیا کی تین قسمین ہین - ایک قلیل جسکو نادر کہتے ہین دوم کثیر سوم اکثر - اب انکی مثالین معلوم کرنی چاہئے کہ

اصحاب اپنی سفرون مین بازارون سے خرید فرماتے تھے باوجود اس علم کے کہ ان مین سود خوار ہین اور غاصب اور غنیمت کا مال چرانے والے بھی ہین۔ اور ان سے معاملہ ترک

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۹۳) کہ خنثےٰ خلق مین نادر ہے۔ اور اسکی بہ نسبت اگر مریض کو دیکھو تو کثیر ہون گے اور ایسے ہی مسافر بھی خنثےٰ کی بہ نسبت کثیر ہین چنانچہ کہتے ہین کہ مرض اور سفر عذر عام ہین اور استحاضہ نادر عذر ہے۔ ظاہر ہے کہ مرض نہ تو نادر ہے اور نہ اکثر ہے بلکہ کثیر ہے اور فقیہ بطور آسانی کہدیتے ہین کہ مرض اور سفر عذر عام اور غالب ہے اُس سے اُنکی یہ مراد ہوتی ہے کہ نادر نہین ہین۔ اور اگر یہ مراد نہ ہو تو یہ قول غلط ہوگا کیونکہ اکثر تو تندرست اور مقیم ہوتے ہین اور مسافر اور مریض کثیر ہین۔ اور استحاضہ والی اور خنثےٰ نادر ہین۔ جب یہ سمجھ چکے تو ہم یہ کہتے ہین کہ بعضون کا یہ کہنا کہ مال حرام اکثر ہے باطل ہے اس لئے کہ ظلم اور سود اور معاملات فاسدہ کثیر ہوسکتے ہین اکثر نہین کیونکہ اکثر اہل اسلام معاملے شریعت کی شرطون کے موافق کرتے ہین۔ اور گنتی مین ان لوگون سے زیادہ ہین جو سود وغیرہ کے معاملات کرتے ہین۔ طالبِ علم کو چاہئے کہ اس تقریر سے معرفت اکثر کا طریق سمجھ لے کہ یہ قدم پھسلنے کی جگہ ہے اور اسمین اکثر علما غلطی کرجاتے ہین عوام کا تو کیا ذکر ہے۔ اور یہ **قاعدہ** یاد رکھنا چاہئے کہ جب اصل اور احتمال غالب کا تعارض ہو تو اصلِ مذکور صلاحیتِ سابقہ نہین چھوڑتا تو اصل ان اموال مین یہ ہے کہ تصرفات کو قبول کرین اور تراضی طرفین کی ان پر ہوجاے۔ اور اس اصل کے مخالف ایک احتمال غالب واقع ہوا ہے جو اصلِ مذکور صلاحیت سابقہ نہین چھوڑتا تو اُسکی ایسی ہی صورت ہوگی جیسے حکم نجاسات مین کہ جب راستون مین نجاست کا نشان معلوم ہو تو نماز پڑہنی درست ہے کیونکہ راستونکا کیچڑ پاک ہے۔ اور مشرکونکے برتنون سے وضو کرنا جایز ہے باوجودیکہ وہ شراب پیتے اور مردار کھاتے ہین اور جس چیز کو ہماری شریعت نے نجس کہا ہے اُس سے احتراز نہین کرتے تو اُن کے برتن اُن کے ہاتہون سے کیسے صاف بچ رہتے ہون گے۔ علاوہ اسکے ہم قطعی طور سے جانتے ہین کہ اکابر سلف پوستین دباغت دیا ہوا اور کپڑے رنگے ہوے اور

نہین فرماتے تھے۔ اس باب کی شرح دراز ہے۔ اگر منظور ہو تو کتاب الحرام والحلال احیاء العلوم کی دیکھنا چاہیئے۔ کیونکہ اس فن مین اس کے جیسی تحقیق کسی اور کتاب مین

سلف کی احتیاط امور عادات مین

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۳۷) دہوے ہوے پہنا کرتے تھے اور جو شخص دباغت دینے والون اور دہوبیون اور رنگریزون کے احوال کو تامل کرے تو جان لے کہ اکثر نجاست ہی ہوتی ہے اور اُن کے یہان کپڑے کا پاک رہنا مشکل ہے۔ اس کے سوا ہمکو یہ بھی قطعًا معلوم ہے کہ اکابر سلف گیہون اور جو کی روٹی کھایا کرتے تھے اور اُن کو دہوتے نہ تھے باوجودیکہ بیل وغیرہ جو خرمن کو روندتے ہین اناج پر پیشاب اور گوبر کرتے جاتے ہین ایسا غلہ کم ہوگا جس پر یہ کیفیت نہ گذرے اسی طرح گہوڑون پر پسینے کی حالت مین سوار ہوا کرتے تھے اور اُن کی پیٹھون کو پاک نہ کرتے تھے باوجودیکہ سواریان اکثر نجاستون مین لوٹا کرتی تھین۔ اور یہ بھی دستور تھا کہ راستے مین ننگے پاؤن اور جوتیون کے ساتھ چلتے تھے اور ویسے ہی نماز پڑھ لیتے تھے اور مٹی پر بیٹھ جایا کرتے تھے حالانکہ راستے نجاسات سے صاف نہین رہتے کیونکہ کتے اور گہوڑے وغیرہ پیشاب اور غلیظ کرتے رہتے ہین۔ اور یہ گمان نہ کرنا چاہیئے کہ اس باب مین ہر ایک زمانہ کا حال جدا ہوگا اور کہین یہ نہ سمجھ لین کہ اگلے زمانہ مین راستے دہوے جاتے ہون گے یا جانورون کے گذر سے محفوظ رکھے جاتے ہون گے کیونکہ یہ امر عادت کی رو سے قطعًا محال ہے **غرض** معلوم ہوا کہ اُن لوگون نے اُسی نجاست سے احتراز کیا جو ظاہر ہویا اُس کی کوئی علامت دالّہ ہو۔ اور جو احتمال غالب کہ احوال پر وہم دوڑانے سے پیدا ہوتا ہے اُس کا اعتبار نہین کیا تو اس سے صاف ظاہر ہوا کہ جب احتمالِ غالب کی کوئی علامت مشتبہ چیز مین نہو اُسکا اعتبار نہین الخ (احیاء العلوم) ۱۲

نہین ہے اب **درالمختار** اور اُس کے شروح سے چند مسئلے لکھے جاتے ہین مسئلہ
بیع مالِ غیر متقوم کی باطل ہے یعنے وہ مال جس سے فائدہ لینا مسلمان کو شرعًا جائز
نہین۔ اور اُس ذبیحہ کی بیع بھی باطل ہے جس کے ذبح کے وقت نام خدا عمدًا
متروک ہوا اگرچہ کافر کے ہاتھ اُسکو بیچے۔ امام شافعی کے پاس متروک التسمیہ عمدًا حلال ہے
اگر ذابح اُسکا مسلمان ہو اس لئے کہ نامِ خدا ہر مسلمان کے دل مین ہے۔ **فقیر** کہتا ہے
کہ یہ مسئلہ باوجودیکہ مجتہد فیہ ہے اُس پر بھی اُس ذبیحہ کو کافر کے ہاتھ فروخت کرنیکی
بھی اجازت نہین دیگئی۔ وہ اشخاص خصوص بعضے علما و مشائخین اس سے عبرت
لین۔ اور سیندھی اور شراب کی بیع اور اُس کے محکمہ مین ملازم رہنے سے اجتناب
کرین ضعیف اقوال کو اپنے شکم پروری کے لئے اختیار کرکے دین کو نہ برباد کرین
مسئلہ حرام کی حرمت منتقل ہوتی رہتی ہے اگرچہ دست بدست منتقل ہوا ہو اور تبدیل
املاک بھی ہوی ہو۔ کیونکہ بسبب علم کے حرمت متعدد ہوتی ہے تو اس سے معلوم ہوا
کہ مالِ مسروق اور طعامِ مغصوب کی خریداری حرام ہے مگر یہ کہ غارت گر اور غاصب اُسکی
قیمت ادا کرے یا مالک اُسکو معاف کردے تو اب اُسکو مول لینا درست ہی۔ اور اسی
طرح اگر وارث جانے کہ مورث نے فلان فلان شخص کا مال چوری یا غصب یا رشوت
سے لیا تھا اُسپر واجب ہی کہ اُن کو یا اُن کے وارثون کو مالِ مذکور پھیر دے۔ اگر

حرمت مال مغصوب

نہ واپس کریگا تو وارث کے لئے وہ مال حرام ہی۔ اور اگر مال والون کو نجانے لیکن مال
حرام کو بعینہٖ جانتا ہے تو بھی حلال نہین بلکہ اُس مال کو بہ نیت مال والے کے خیرات کردی
(یعنے یہ نیت کرکے کہ اُس مال کا ثواب صاحبِ مال کو پہونچے) اور جو مال مختلط ہوگیا
ہو اور اُس کے مالکون کو نہ جانتا ہو اور حرام کو بھی بعینہٖ نہ پہچانتا ہو تو بطورِ حکم کے حلال
ہے لیکن دینداری کے لحاظ سے اُس سے بھی پرہیز کرنا چاہئے مسئلہ خبیث مال پر زکوٰۃ
واجب نہین گو بقدرِ نصاب ہو۔ کیونکہ اُس کل مال کا خیرات کرنا واجب ہی۔ تو بعض کا
تصدّق کسطرح مفید ہوگا مسئلہ حرامِ قطعی کو خیرات کرکے ثواب کی امید رکھنے سے
آدمی کافر ہوتا ہی۔ کیونکہ اُس نے حرام کو حلال سمجھا جب ہی تو ثواب کی امید بندھی اور
اگر فقیر نے لیکر اُس کے لئے دعا کی۔ اور ایک غیر شخص نے آمین کہا با وجود علمِ حرمت
کے تو یہ سب کافر ہوے۔ فقیر پر ہی منحصر نہین اگر اُسی حرام کے مال سے مسجد
بنائی یا اور کوئی تقرب کا کام کیا تو بھی کافر ہوگا کیونکہ علت ایسی شے مین امیدِ ثواب
ہی کہ جو مستحقِ عقاب ہے۔ اور یہ اُسیوقت ہوگی جب اُسکو حلال سمجھیگا مسئلہ طحطاوی
مین حموی سے منقول ہے کہ جو عشر و خراج خلافِ شرع لیگا تو ظالم ہوگا اور جو اُسکو
حلال جان کر لے وہ کافر ہے۔ اور ہمارے زمانے کے حاکم فاسق اور ظالم ہین اسلئے
کہ وہ خراج وغیرہ کو خلافِ شرع خرچ کرتے ہین۔ اور اہلِ استحقاق کو محروم کرکے اُسکو

بیان مفصل

بیہودہ اپنے عیش و آرام مین صرف کرتے ہین، عاشر[1] وہی ہے جسکو امام نے راہ
مین تاجر مسافرون سے جو اُن کے ساتھ مال ہو اُسکا صدقہ وصول کرنیکے لئے مقرر کیا
ہو۔ اب جو عاشر لیتا ہے وہ بطورِ زکوٰۃ لیتا ہے۔ پس جو تاجر مال پر ایک سال گذرنیکا
انکار کرے۔ یا کہے کہ مین نے تجارت کی نیت نہین کی یا کہے کہ میرے ذمہ دَینِ مُحیط
ہے یا اسقدر دَین کہ بعد ادائی کے مال بمقدارِ نصاب نہین رہتا۔ یا کہے کہ مین دوسرے
عاشر کو دیچکا ہون اور وہان دوسرا عاشر بھی ہو۔ اور ان سب صورتون مین قسم
بھی کھائے تو اُسکا قول مانا جائے۔ ہان جو یہ کہا کہ مین فقیرون کو شہر مین ادا کرچکا
ہون تو اُسکا قول نہ مانا جایگا۔ اس لئے کہ جو مال[2] عاشر کے سامنے آیا ہے اُس مین زکوٰۃ
لینا امام کا حق ہے اور پہلا دیا ہوا نفل ہو جایگا۔ اور عاشر مال والے سے بموجب اُسکے
بیان کے زکوٰۃ لے۔ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے لَا تُنَبِّشُوا عَلَی النَّاسِ
مَتَاعَھُمۡ یعنے لوگون کے سامان و متاع کی تفتیش نہ کرو۔ اور جو عاشر مال والے کو
متہم جانے تو اُسکو قسم دیوے اور مسلمانون سے چالیسوان حصہ اور کافر ذمی سے

---

[1] اس سے ساعی نکل گیا۔ کیونکہ ساعی وہ ہے کہ جو قبائل مین جائے تا کہ مواشی کا صدقہ مواشی کے
مکانون پر پہونچکر وصول کرے۔ [2] اور اموال باطنہ جو مکان مین ہین اگر عاشر کو خبر بھی کرے تو انمین
سے نہین لے سکتا (بحر الرائق) ۱۲

بیسوان حصہ اور حربی سے دسوان حصہ لیا جائے۔ بشرطیکہ مال ہر ایک کا نصاب کے موافق ہو۔ کیونکہ نصاب سے کم معاف ہے۔ اور نصاب سے کم مال مین سے کچھ لینا ظلم ہے۔ حربی سے ایک بار عشر لیا گیا تو دوبارہ اُس سے اُسی سال مین نہ لیا جائے مگر یہ کہ دار الحرب کو لوٹ جائے۔ **فقیر** کہتا ہے کہ اسلام کی تو یہ مہربانی ہے کہ حربی سے بھی یہانتک رعایت کی گئی۔ اور ذمیون کے لئے تو اس مقدمہ مین صاف کہدیا کہ لَھُمْ مَالَنَا اب افسوس ہے اُن لوگون پر کہ جو محصول لینے مین نہ سال گذرنے کا خیال کرتے ہین (بلکہ اگر مسافر سال مین دس مرتبہ آئے تو ہر بار اُس سے محصول لین گے) اور نہ نصاب کا خیال کرتے ہین (بلکہ اگر ایک روپے یا دو روپیہ کی چولی یا رومال ہو تو محصول لے لیتے ہین) اور نہ دَین و قرض سے سوال کیا جاتا ہے کہ یہ مال دَین سے فارغ ہے۔ اور نہ تجارت کیلئے لایا گیا ہے (بلکہ اگر حاجی حج سے ہدیہ ہی لیکر آتا ہے تو اُسکا بھی محصول لیا جاتا ہے) حضرت

لہ یہ اُسوقت ہے کہ جب ہمکو نہ معلوم ہو کہ کافر حربی مسلمانون سے کسقدر لیتے ہین۔ پس اگر معلوم ہو تو اُسیقدر لیا جائے جسقدر وہ مسلمانون سے لیتے ہین تا مکافات ہووے۔ اور جو کفار مسلمانون سے جو دار الحرب مین جائین کل مال لیتے ہون تو ہم لوگ کل مال نہ لین گے بلکہ اسقدر اُس کے پاس چھوڑ دین گے کہ اُسکو اپنے مامن تک پہونچا دے واسطے ثبوت حق امان کے۔ اگر وہ نصاب سے کم مال مین لیتے ہون تو بھی ہم نہ لین گے۔ کیونکہ یہ ظلم ہے اور ظلم مین کسیکا اتباع نہین۔ اور جبکہ وہ ہم سے نہ لیتے ہون تو ہم بھی اُن سے نہ لیوین تا کہ وہ نہ لینے پر ثابت رہین۔ اور اسلئے کہ اتمام مکارم اخلاق کے ہم زیادہ مستحق ہین (فائدہ) اور یہ کافرون سے بجائے جزیہ کے ہے کیونکہ جزیہ کی قسم یہی ہے جزیہ مال۔ جزیہ زمین۔ جزیہ راس (رد المحتار) ۱۲

عمر نے تو لاتفتشوا۔ اور ایک روایت مین لا تنبشوا۔ اور نبش وہی چھپی ہوی شئے کو
ظاہر کرنا ہے۔ جسکی ممانعت آئی ہے (اب اظہار روا برار اس حد تک پہونچا ہے کہ توشہ
ٹک کھولا جاتا ہے فقیر بار ہا اس عذاب مین مبتلا ہو چکا ہے۔ آمر اس مصیبت کو کیا جانین
وہ تو بگی مین بیٹھ کر چل نکلے۔ حالانکہ محل شبہ وہی لوگ ہین۔ اور انھین سے محصول
بھی زیادہ وصول ہونیکی امید ہے۔ لیکن یہ چپراسی غریبون کے ہی حریف ہین۔ قاعدہ
ہے کہ بلا بھی جب عام ہوتی ہے اتنی بری نہین معلوم ہوتی۔ لیکن چونکہ اللہ تعالے نے
دار آخرت مین اس کے برعکس معاملہ رکھا ہے کہ اغنیا اپنے حساب مین محبوس رہین گے
اور فقرا ان سے پہلے پانسو برس آگے جنت مین جائین گے اس لئے یہ ان کے ترقی
مقام کے اسباب ہین۔) احادیث مین ایسے ہی محصول لینے والے کے لئے وعید آئی ہو
اِنَّ اللّٰهَ یَدْنُوْمِنْ خَلْقِهٖ اَیْ بِرَحْمَتِهٖ وَجُوْدِهٖ وَفَضْلِهٖ فَیَغْفِرُ لِمَنْ شَاءَ اِلَّا لِبَغِیٍّ[۱]
بِفَرْجِهَا اَوْ عَشَّارٍ۔ یعنی متعلق مقام یہ ہے کہ عشار کو اللہ نہ بخشیگا۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَدْخُلُ صَاحِبُ مَکْسٍ الْجَنَّةَ قَالَ یَزِیْدُ بْنُ هٰرُوْنَ یَعْنِیْ[۲]
الْعَشَّارَ یعنی عشار جنت مین داخل نہ ہوگا۔ حافظ منذری فرماتے ہین کہ اب لوگ
عشر بھی لیتے ہین اور ایک دوسرے قسم کا محصول لیتے ہین جس کا کچھ نام نہین۔

---

[۱] طبرانی [۲] رواہ ابوداؤد وابن خزیمہ فی صحیحہ والحاکم عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ عنہ ۱۲

يَأْخُذُونَهٗ حَرَامًا وَسُحْتًا وَيَاكُلُونَهٗ فِي بُطُوْنِهِمْ نَارًا اَجَّجْتَهُمْ فِيْهِ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ اور عشر لینا اسوقت جایز ہوتا کہ عاشر تاجرونکی چورون سے حفاظت بھی کرتا اور انکو اُن سے بچاتا۔ اور یہ تو شہر کے دروازہ پر بیٹھا رہتا ہے اور چورون اور ڈاکوون سے زیادہ تاجرون کو ہی تکلیف دیتا ہے۔ اور جبراً اُن سے محصول لیتا ہے چنانچہ شامی فرماتے ہین۔ وَقَدْ مَرَّ اَيْضًا اَنَّهٗ لَا بُدَّ مِنْ شَرْطِ اَنْ يَامَنَ بِهِ التُّجَّارُ مِنَ اللُّصُوْصِ وَيَحْمِيْهِمْ مِنْهُمْ وَهٰذَا يَقْعُدُ عَلٰى اَبْوَابِ الْبَلْدَةِ وَيُؤْذِي التُّجَّارَ اَكْثَرَ مِنَ اللُّصُوْصِ وَقُطَّاعِ الطَّرِيْقِ وَيَاْخُذُهٗ مِنْهُمْ قَهْرًا مسئلہ اگر خلاف شرع محصول لینے والا محصول مین کوئی شے لیکر دوسرے کو دے پھر اُس سے ایک اور شخص لیوے تو بھی (اس ثالث کو) حرام ہے بشرطیکہ اُس کا علم ہووے۔ اور جو علم نہ ہووے تو حنفیہ کہتے ہین کہ حرام دو شخصون کے ذمے پر ہنین ہوتا مسئلہ بعضے محصول

لـه یہ اُسکو بطور حرام لیتے اور انگارے اپنے پیٹ مین ڈالتے ہین ان کے سارے دلائل اس مقدمہ مین اللہ کے پاس باطل ہین اُنپر غضب اور اُن کے لئے عذاب شدید ہے (ابن حجر زواجر مین) لـه رد المحتار جلد ثانی باب العاشر صفحہ ۴۲ لـه رد المحتار جلد چہارم باب البیع الفاسد صفحہ ۴۴ انقل الحموي عن سيدي عبد الوهاب الشعراني انه قال في كتابه المنن وما نقل عن بعض الحنفية من الحرام لا يتعدى إلى ذمتين سألت عنه الشهاب بن الشلبي فقال هو محمول على ما اذا لم يعلم بذلك اما لو رأى المكاس مثلا يأخذ من احد شيئا من المكس ثم يعطيه آخر ثم يأخذه من ذلك الآخر آخر فهو حرام ۱۲

لینے والے صاحبِ مال سے قیمت دریافت کرتے ہین تو وہ بسبب خوفِ محصول کی قیمت
کم بتلاتا ہے تو اُسی حساب سے اُسکی ڈیوڑی قیمت لگا کر خود خرید لیتے ہین حالانکہ وہ اُس
قیمت پر دینے ہرگز راضی ہنین۔ پھر دوسرے اشخاص باوجود علم کے اُس عشار سے لیتے
ہین حالانکہ مسئلہ سابق کے لحاظ سے دونون بھی حرمت مین مبتلا ہوتے ہین۔ کیونکہ
صاحبِ کنز فرماتے ہین اَلْبَیْعُ مُبَادَلَۃُ الْمَالِ بِالْمَالِ بِالتَّرَاضِیْ شامی سنے بیع کے شرائط
صحت پچیس بتلائے جس مین سے رضا بھی ہے۔ اور پھر فرمایا کہ مُکْرَہ کی بیع فاسد ہے
اور اُسکی اجازت پر موقوف ہے۔ اگرچہ وہ جبر و خوف سے صیغۂ عقد کہتا ہے لیکن وہ
اُس کے ثبوتِ حکم سے راضی ہنین۔ اختیار کسی شے کا ارادہ کرنا ہے اور رضا اُس کو پسند
کرنا اور اچھا سمجھنا ہے۔ اور جس کسی پر جبر کیا جاتا ہے وہ اُسکو اختیار کرتا ہے لیکن اُس سے
راضی ہنین ہوتا اور جب ارادہ و رضا مین فرق ہوا تو اسی لحاظ سے کہا گیا کہ معاصی اور
قبائح اللہ کے ارادہ سے ہین لیکن اُسکی رضا سے ہنین **فقیر** کہتا ہے کہ سابق کے علما نے
سب کچھ لکھا اور ہر طرح سے ڈرایا لیکن ہمکو مال کی محبت مین کچھ ہنین سوجھتا۔ حیدرآباد
ہی پر موقوف ہنین عرب مین بھی یہی ظلم ہو رہا ہے۔ مین یہ ہنین کہتا کہ سب لوگ ملازمت
چھوڑ کر خانہ نشین ہو جائین بلکہ یہ کہتا ہون کہ بعض ملازمت صریح حرام۔ بعض حرام سے
قریب تر۔ بعض حلال سے قریب تر۔ بعض حلال ہے۔ تو جہان تک ہو سکے حلال اور

[illegible]

حلال کی قربت ڈہونڈہے گو ماہوار کم ہو تو ہو اور جب تک حلال طیب نہ ملے خود کو قصور وار سمجھے۔ اور جہان تک ہو سکے اُس خدمت کی برائیان دور کرنیکی کوشش کرے اور خلقِ خدا کے آرام مین ساعی رہے اور حق العباد سے بہت بچتا رہے۔ خدا اُمرا کو توفیق دے کہ کارخانہ صنعت وحرفت کہولین تا ہزارہا آدمی پرورش پائین۔ بمبئی وغیرہ مین اسی صنعت وحرفت کے بدولت مخلوق فارغ البال ہے۔ صیغہ ملازمت بہت ہی کم ہے۔ **غرض** مسلمان آدمی مال کی طلب مین دین کو برباد نہ کرے۔ اور کافرونکی طرح یہ نہ سمجھ لے کہ مال واولاد کا حاصل ہونا اللہ کے تقرب کی علامت ہے۔ بلکہ یہ بھی ایک آزمایش ہے چنانچہ فرماتا ہے أَيَحْسَبُوْنَ أَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ۝ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝ کیا وہ سمجھ رہے ہین کہ یہ جو ہم انھین مال واولاد کی ترقی دے رہے ہین تو ہم ان کے لئے بھلائیون کو سرعت سے پہونچا رہے ہین (نہین) بلکہ یہ لوگ سمجھتے نہین۔ کافرون کے لئے مال واولاد باعثِ طغیانی اور سرکشی ہے۔ اور اگر مسلمانون کے لئے باعث تفرقہ ہو تو یہ ان کے لئے فتنہ ہے۔ ہان جو بات مین مال ہو دلمین خدا کی یاد ہو۔ اور وہ مال بھی اسی کی راہ مین صرف ہو تو یہ اُس حدیث کا مصداق ہے کہ وہ مال اچھا ہی جو نیک آدمی کے لئے ہووے۔ اولاد سے بھی یہی مقصود ہو کہ میرے بعد اگر زندہ رہے گی تو میرے لئے دعا کرے گی۔ اور جو سامنے

مرجائے گی تو صبر کرکے اُسکا ثواب بھی خدا سے لویگا۔ خلوص وصدق یہی ہے کہ آدمی سوائے حضرتِ حق کے اور کسی شے سے خوش نہ ہووے۔ بلکہ اُسکی فرحت مشاہدۂ عزت وعظمت وجلالِ احدیّت وجمالِ قدس سے ہووے۔ اور جو شخص مال واولاد سے دل لگائے گا تو اُسکی جناب سے منقطع ہوجائیگا۔ اب اسی لئے اُن لوگون کے اوصاف بیان فرماتا ہے جو نیک کامون مین سبقت کررہے ہین اِنَّ الَّذِیْنَ هُمْ مِنْ خَشْیَةِ رَبِّهِمْ مُشْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ یُؤْمِنُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا یُشْرِكُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَاۤ اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓىِٕكَ یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ۝ البتہ جو لوگ اپنے پروردگار کے خوف سے ڈرنیوالے ہین۔ اور جو لوگ اپنے پروردگار کی آیتون کا یقین رکھتے ہین۔ اور جو لوگ اپنے پروردگار کے ساتھ شریک نہین کرتے۔ اور جو لوگ دیتے ہین جو کچھ کہ دیتے ہین اور اُن کے دل ڈرتے ہین کہ اُن کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹنا ہے۔ یہی لوگ ہین کہ نیک کامون مین

یؤتون ما اتوا قال ابن عباس یعطون ما اعطوا۔ اخرجه عبد الرزاق (در) ایک شاذ قراءت مین یاتون ما اتوا مروی ہے چنانچہ امام احمد نے ام المومنین عایشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ اور یہ آپ ہی سے مروی ہے آپ فرماتے ہین کہ مین نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اس قول مین والذین یؤتون ما اتوا کیا وہ شخص ہے کہ جس نے چوری کی اور زنا کیا اور شراب پی اور اللہ عزوجل سے ڈرتا ہے۔ آپنے فرمایا ای صدیق کی بیٹی یہ لوگ وہ نہین بلکہ یہ وہ لوگ ہین کہ نماز پڑھتے اور روزہ رکھتے اور زکوۃ دیتے ہین باوجود اسکے خوفناک ہین کہ یہ خدمت اُن سے قبول نہو۔ ترمذی وابن ابی حاتم نے بھی روایت کی

(ابن کثیر)

جلدی کرتے ہین اور وہی اس کے لئے سبقت کرنے والے ہین۔ یعنے باوجود اچھی کامون
اللہ سے ڈرتے ہین حسن بصری فرماتے ہین کہ مومن نیکوکاری کے ساتھ خوف حاصل
کرتا ہے اور منافق بدکاری کے ساتھ بے خوفی جمع کرتا ہے" یہ مثل اسی پر صادق آتی ہے کہ
چوری سو چوری اسپر سرزوری۔ بعض مشایخ نے فرمایا کہ عارف کو بہ نسبت اپنی معصیت
کے اپنی طاعت سے زیادہ خوف ہے کیونکہ معصیت توبہ سے مٹ جاتی ہے۔ اور طاعت
تو باقی رہتی ہے ثواب اُسکا مطالبہ ہے کہ صحت کے ساتھ اخلاص وصدق سے ادا ہوئی
تھی یا ہنین۔ فقیر کہتا ہے کہ جو کچھ دیتے ہیں گا (یعنے جان تک بھی اگر دی) تو پھر بھی خوف اسلئے
ہے کہ جب صاحب علت کی ہر شئے ناقابل ہے تو پھر کس طرح قبول ہوگی ؎

کیا نذر دیسکو نگا مین مفلس ہون ای حضور		دل بھی پھٹا ہوا ہے جگر بھی پھٹا ہوا

اور جب عظمت وجلال الٰہی کو آدمی پہچانتا ہے تو تمام مخلوقات محض نابود معلوم ہوتی
ہے اور اُسکا کیسا ہی نیک عمل ہو اُسپر بھروسا ہنین ہوتا۔ اور عارف سمجھہ جاتا ہے کہ میرا
عرفان اس لایق ہنین کہ اُسکی شانِ پاک تک میری رسائی ہو۔ تو اُسوقت مین یہ
شعر بار بار پڑہتا ہے ؎

گر نشاید بدوست رہ بردن		شرط یار یست در طلب مردن

؎ ابن جریر وابن ابی حاتم (در) ۱۲

اور کبھی اس شعر کا ورد کرتا ہے ؎

جہان سے مشکل کو تیری ترس ترس گذرے	جو تجھے بس نہ چلا اپنے جی سے بس گذرے

بعد بیانِ کیفیتِ اعمال مومنین مخلصین کے فرماتا ہے کہ کسی کو بھی ہم اسکی طاقت سے
زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔ وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ
وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ
هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ۝ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْــَٔرُوْنَ ۝ لَا تَجْــَٔرُوا
الْيَوْمَ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ۝ قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ
تَنْكِصُوْنَ ۝ مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ۝ اور ہم کسی شخص کو تکلیف نہیں دیتے مگر
اُسکی گنجایش کے موافق۔ اور ہمارے پاس ایک کتاب ہی جو سچائی کے ساتھ ہر شخص کا

تُهْجِرُوْنَ نافع سانے ضم تا اور کسر جیم افعال سے یعنے بیہودہ بکتے ہین ۱۲

مترفیہم۔ اترفہ النعمۃ ای اطغتہ (مختار) نسائی نے ابنِ عباس سے روایت کی کہ آیت مین جو معذبین
ہین وہ اہل بدر ہین (در) یجئرون۔ قال ابن عباس یستغیثون۔ ابن جریر و ابن منذر و ابن ابی
حاتم نے تخریج کی (در) الجؤار کالخوار یقال جأر الثور یجأر جؤارا ای صاح وجأر الی اللہ تضرع
بالدعاء (مختار) تنکصون۔ النکوص الاحجام عن الشیٔ یقال نکص علی عقبیہ ای رجع و
بابہ دخل وجلس (مختار) سامرا۔ السمر الحدیث باللیل وبابہ نصر (مختار) تہجرون۔ الہجر ضد
الوصل وبابہ نصر والہجرۃ بالفتح ایضاً الہذیان وقد ہجر المریض من باب نصر فہو ہاجر والکلام
مہجور۔ والہجر بالضم الاسم من الاہجار وہو الفحش والافحاش فی المنطق (مختار) مستکبرین۔ سامرا تہجرون تینوں حال ہین ۱۲

بیان کرتی ہے۔ اور ان پر ظلم نہین کیا جاتا۔ بلکہ ان (کافرون) کے دل اس (قرآن)
کی طرف سے غفلت مین ہین اور سوا اس (شرک) کے ان کے اور بھی اعمال (بد) ہین
جنھین وہ کر رہے ہین۔ (یہ غفلت ہی مین پڑے رہین گے) یہانتک کہ جب ہم انکے
آسودہ لوگون کو عذاب کے ساتھ پکڑ لین گے تو وہ فوراً فریاد کرنے لگین گے۔ (کہا جائیگا
کہ) آج فریاد نہ کرو بے شک تم ہم سے مدد نہین پا سکتے (کیونکہ) میری آیتین تمکو سنائی
جاتی تھین تو تم اس (قرآن) کے ساتھ سرکشی کرتے ہوئے قصہ کہتے ہوئے فحش بکتے
ہوئے اپنی ایڑیون پر لوٹ جاتے تھے۔ ان آیات مین چند باتین ارشاد فرمایا (۱) ہم
کسی نفس کو تکلیف نہین دیتے مگر اسکی وسعت کے موافق۔ چنانچہ نماز اگر کھڑے ہو کر نہ
ادا ہوسکے بیٹھ کر پڑھے اور جو بیٹھ کر بھی نہ ہوسکے تو لیٹ کر اشارہ سے پڑھے۔ اسی طرح

سلہ ابن عباس اس آیت کی تفسیر مین فرماتے ہین کہ ان کافرون کے سوائے شرک کے اور بھی اعمال بد ہین کہ وہ
لامحالہ ان کو کرنے والے ہین۔ در منثور مین عبد بن حمید و ابن منذر و ابن حاتم سے ۱۲ و از عبدالرزاق و ابن جریر و غیرہ
قتادہ سے کہ وہ کافر عمل مومنین سے غفلت مین ہین اور ان کے اعمال مسلمین مخلصین کے اعمال (یعنے خوف حق وغیرہ
مذکورہ) کے سوا ہین (در منثور) سلہ بہ کی مرجع آیات یعنی کتاب کے ہے۔ یا تالی (یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم)
مراد ہین یعنے قرآن سے یا آپ سے تکبر کرتے۔ قرآن کو جادو اور آپ کو جادوگر کہتے۔ شب مین یہی باتین کیا کرتے ۱۲
سلہ یا یہ کہ کوئی ہمارے مقابلہ مین تمہاری مدد نہین کرسکے گا۔ نیشاپوری نے فرمایا ای لاتغاثون من
جہتنا و لا تمنعون منا ۱۲ -

اپنی معرفت کی تکلیف بقدر اپنی شان کے نہین دی بلکہ بندون کی وسعت کے موافق دی اور اگر بندون کو بقدر اپنی شان کے معرفت کی تکلیف دیتا تو کسی کو بھی معرفت نہ حاصل ہوتی کیونکہ قدر الٰہی کو سواے اللہ تعالےٰ کے کوئی نہین جانتا ہے

نتوان در بلاغت بہ سحبان رسید	نہ در کنہ بیچون سبحان رسید

(۲) صحائفِ اعمال کا بیان ہے جس مین کسی طرح کا ظلم نہ ہوگا۔ نیکیون مین تو کچھ کمی نہ ہوگی۔ اور خداے تعالےٰ بہت سی برائیون کو مسلمانون سے معاف کر دیگا۔ (۳) کافرون کی غفلت وضلالت کا بیان ہے کہ انہون نے اللہ کی کتاب سے ٹھٹھا کیا۔ اور رات کو بھی وہی چرچا رہا وقتِ عذاب اُنکی فریاد بھی نہ سنی جائے گی۔ اور اِس آیت مین شب مین سواے طاعتِ الٰہی کی گفتگو کرنے کی بھی مذمت ہے **قرطبی** نے کہا بعد نمازِ عشا کلام مکروہ ہے کیونکہ نمازین کفارۂ سیات ہین جب نماز پڑھی گئی تو عبادات پر نامۂ اعمال ختم ہوا اسی طرح سو جانا اچھا ہے نہ یہ کہ خاتمہ لغو وباطل پر ہو۔ ہان علمی مذاکرہ ہو (یا اپنے قلب سے بات چیت ہو) تو یہ سونے سے اچھا ہے۔ اور جو موانست کے لئے بات کرے تو پھر آخر کلام حمد واستغفار پر ہووے

جز یاد دوست ہر چہ کنم جملہ ضایعست	جز سرِّ شوق ہر چہ بگویم بطالتست

بعد بیانِ احوال کفار انکار و فرماتا ہے اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَاءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ

بعد نماز عشا کلام مکروہ

اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِیْنَ ۝ اَمْ لَمْ یَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ۝ اَمْ یَقُوْلُوْنَ بِهٖ
جِنَّةٌ ؕ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَ اَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ۝ وَ لَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ
السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِیْهِنَّ ؕ بَلْ اَتَیْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ
اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَیْرٌ ۖۗ وَّ هُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ۝ وَ اِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ
اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ وَ اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ
وَ لَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَ كَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ۝ تو کیا انہون

خرجا | فخرج
حمزہ وکسائی | شامی بغیر
ساتھ الف کے | الف کے

الربع

نے اس بات (یعنے قرآن) مین غور نہین کیا (کہ انکو کلام آلہی کا ثبوت ہوجاتا) یا
اُن کے پاس وہ چیز آئی جو اُن کے اگلے باپ دادا کے پاس نہ آئی تھی۔ کیا انہون نے
اپنے رسول کو نہین پہچانا جو یہ اُن کے منکر ہوگئے یا کہتے ہین کہ اُس (رسول) کو جنون ہے

بل اتیناهم بذکرهم۔ قال ابن عباس بیناهم۔ ابن جریر وابن منذر وابن ابی حاتم نے تخریج کی (در)
خرجا۔ اجرا۔ عبدالرزاق وابن جریر وغیرہ حسن سے (در) خرج مقابلہ مین دخل کے مستعمل ہوتا ہے اور غالب استعمال
اسکا زمین کے محصول مین ہوتا ہے چونکہ وہ لازم یعنے ہر سال مین ہوتا ہے اور کثرت سے ہوتا ہے تو یہ لطیف ترہوا۔
اسی لئے عطاے آلہی کو اسی لفظ سے تعبیر فرمایا۔ لناکبون۔ قال ابن عباس عن الحق عادلون۔ ابن جریر وابن
منذر وابن ابی حاتم نے تخریج کی (در) نکب عن الطریق عدل وبابہ نصر (مختار) للجوا۔ اللجاج التمادی
فی الشئ۔ یعمهون۔ العمه الحیرة وعمی البصیرة (خفاجی) العمه التحیر والتردد وقد عمه من
باب طرب فهو عمه وعامه والجمع عمهٌ (مختار) ۱۲

(ہرگز انھیں جنون نہین) بلکہ وہ اُن کے پاس حق بات لاے ہین اور اُن مین کے اکثر
لوگ حق بات سے نفرت کرتے ہین۔ اور اگر حق اُنکی خواہشون پر چلے تو بیشک آسمان
اور زمین اور جو کچھہ اُن مین ہے خراب ہوجاے۔ بلکہ ہم اُن کے پاس اُنکی نصیحت لاے
ہین تو یہ اپنی نصیحت سے منہ پھیرتے ہین۔ (اے نبی) کیا تم اُن سے کچھہ اجرت مانگتے ہو
پس تمھارے پروردگار کا اجر بہتر ہے اور وہی بہتر روزی دینے والا ہے۔ اور بیشک
یقیناً (اے نبی) تم تو اُنکو سیدھی راہ کی طرف بلا رہے ہو۔ اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہین
لاتے وہ بیشک اس راہ سے پھرے ہوے ہین۔ ان آیات مین اقدام کفر کے اسباب
بتلاتا ہے (۱) کافرون نے قرآن مین غور نہ کیا اگر غور کرتے تو کوئی شبہ نہ رہتا اور اُسکی
حقیقت ثابت ہوجاتی (۲) خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم اُن کے پاس کوئی
نئی بات نہین لاے ہین بلکہ اُن کے آبارِ اولین کے پاس جو اسمٰعیل و اسحٰق وغیرہم انبیاءِ
کرام علیہم السلام لاے تھے یہ وہی رسالت و نبوت متوارث چلی آرہی ہے (۳) کیا وہ رسول
کو نہین پہچانتے تھے جو اس سبب سے انکار کیا بلکہ وہ خوب واقف تھے کہ آپ قبلِ نبوت
محمدِ امین اور صادق اور دیانت دار مشہور تھے۔ پھر جو بندون سے جھوٹ نہ بولے

سلہ ہرقل بادشاہ روم نے ابوسفیان کو جسوقت کہ یہ ملک شام مین تجارت کو گئے تھے بلا کر چند سوالات کیے اور بعد جوابات ہر ایک سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ثابت کی سوالات یہ ہین (۱) یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تم مین نسب کے اعتبار سے کس درجہ کے ہین۔ ابوسفیان نے جواب دیا کہ وہ نسب والے ہین۔ (۲)

اسلام کی صداقت پر روشن دلائل

وہ خدا پر جھوٹ کس طرح باندھیگا اور کس طرح یہ تہمت کریگا کہ مین اسکا بھیجا ہوا ہون (۴)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۵۳) آپ کے پہلے بھی کسی نے تم مین سے یہ بات کہی ہے (یعنے نبوت کا دعوے کیا؟) ابوسفیان نے کہا نہین۔ (۳) کیا آپ کے باپ دادا مین کوئی بادشاہ گذرا ہے۔ جواب دیا کہ نہین (۴) امرا آپکی پیروی کر رہے ہین یا ضعفا و غربا جواب دیا کہ ضعفا۔ (۵) آنحضرت کے متبعین روز بروز بڑھتے جاتے ہین یا کم ہوتے ہین۔ جواب دیا کہ زیادہ ہوتے جاتے ہین (۶) کیا کوئی شخص آپ کے دین مین داخل ہوے بعد پھر اُس دین کو بُرا سمجھکر پلٹ جاتا اور مرتد ہو جاتا ہے جواب دیا کہ نہین (۷) قبل اس دعوی نبوت کے کبھی تم نے اُنھین جھوٹ سے بھی منسوب کیا ہے۔ جواب دیا کہ نہین (۸) کیا آپ غدر کرتے ہین یعنے مدت صلح ٹہراکر پھر آپس مین لڑتے ہین۔ جواب دیا کہ نہین (۹) تم کو کس بات کا حکم کرتے ہین۔ جواب دیا کہ کہتے ہین اللہ وحدہ کی عبادت کرو۔ اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ اور تمھارے باپ دادا جو کہتے ہین وہ چھوڑ دو۔ اور نماز اور راستی اور عفت اور صلہ رحمی۔ (یعنے ناتا ملانے) کا حکم کرتے ہین۔ پھر ہرقل نے ابوسفیان سے کہا کہ مین نے تم سے اُن کے نسب سے پوچھا۔ تم نے کہا کہ وہ شریف خاندان کے ہین؟ تو اسی طرح جتنے رسول ہوتے وہ اپنی قوم مین نسب والے ہوے۔ پھر مین نے پوچھا کہ تم مین سے کسی نے اسطرح کہا ہے۔ تم نے کہا نہین۔ اسلئے مین کہتا ہون کہ اگر آپ کے پہلے بھی کسی نے اسطرح کہا ہوتا تو البتہ مین سمجھتا کہ یہ شخص بھی اُس قول کی اقتدا کرتا ہے جو پہلے اُن سے کہا گیا ہے۔ پھر مین نے سوال کیا کہ آپ کے باپ دادا مین کوئی بادشاہ تھا۔ تم نے جواب دیا کہ نہین۔ اب مین کہتا ہون کہ اگر آپ کے باپ دادا مین کوئی بادشاہ ہوتا تو مین کہتا کہ یہ ایسا شخص ہے (کہ اس حیلہ سے) اپنے باپ کے ملک کا طلبگار ہے۔ پھر مین نے تم سے پوچھا کہ جو کچھ اُنہون نے کہا ہے اس کہنے کے پہلے بھی کبھی تم اُنکو جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے۔

یہ کہ آنحضرت کو انہون نے دیوانہ کہا۔ افسوس کافرون نے اتنا بھی نہ سمجھا کہ یہ عمدہ اعمال

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۵۴) تم نے بیان کیا کہ نہین۔ پس مین سمجھتا ہون کہ یہ ہو نہین سکتا کہ وہ لوگون سے تو جھوٹ نہ بولے اور اللہ تعالے پر جھوٹ باندہے پھر مین نے پوچھا تھا کہ اشراف ناس آپکی پیروی کررہے ہین یا ضعفا۔ تم نے بیان کیا کہ ضعفا"۔ حالانکہ یہی لوگ رسول کے پیرو ہوتے ہین (یعنے ابتدا مین امرا و اشراف اپنے جیسے کی پیروی کو عیب سمجھتے ہین۔ پہلے پہل یہی غربا و ضعفا معتقد ہوتے ہین توپھر آخر مین وہ بھی شریک ہوجاتے ہین چنانچہ اسلام مین اسی طرح ہوا) پھر مین نے تم سے سوال کیا کہ زیادہ ہوتے ہین یا کم۔ تم نے بیان کیا کہ زیادہ ہوتے ہین"۔ اور ایمان کا بھی یہی حال ہے یہانتک کہ کمال کو پہونچے۔ پھر یہ بھی مین نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا کوئی شخص آپکا دین اختیار کئے بعد پھر اُس دین سے ناخوش ہوکر پلٹ جاتا اور مرتد ہوجاتا ہے تم نے جواب دیا کہ نہین"۔ اور اسی طرح ایمان جب قلوب سے اُسکی بشاشت ملجاتی ہے (توپھر کہان جاتی ہے) پھر مین نے یہ بھی سوال کیا تھا کہ کیا آپ غدر کرتے ہین۔ تم نے بیان کیا کہ "نہین"۔ اور اسی طرح تمام رسول علیہم الصلوۃ والسلام غدر نہین کرتے پھر مین نے تم سے سوال کیا کہ کس بات کا تم کو حکم کرتے ہین۔ تم نے جواب دیا کہ "اللہ کی عبادت کرنیکا حکم کرتے ہین اور اُس کے ساتھ کسیکو شریک کرنے اور بتونکی عبادت کرنے سے منع کرتے ہین۔ اور نماز اور راستی اور پارسائی کا حکم کرتے ہین"۔ اب جسقدر تم نے بیان کیا ہے اگر جہ سچ ہے تو وہ میرے یہ دونون قدمونکی جگہ کا مالک ہوجائیگے اور مجھے معلوم تھا کہ وہ نکلنے والے ہین اور مین خیال کرتا تھا کہ وہ تم مین سے نہ ہونگے (لیکن یہ خیال غلط نکلا) پس اگر مجھے یقین ہوتا کہ مین اُن تک پہونچ جاتا ہون توکسیطرح بھی اُنکی ملاقات کرتا۔ وَلَوْکُنْتُ عِنْدَہٗ لَغَسَلْتُ عَنْ قَدَمَیْہِ یعنے اگر اُن کے پاس ہوتا تو اُن کے دونون (مبارک) قدم دہوتا۔ (ایتہ صحیح بخاری مین (یعنی چھٹی حدیث) ہے جسے بطور استنباط مختصر ساکچہہ ترجمہ کیا۔) خدا کی شان ہے کہ بادشاہ روم نصرانی اسطرح حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حقانیت ثابت کرے ۱۲

اور یہ اخلاقِ حسنہ اور شریعتِ غرّا دیوانہ تو کیا سواے تائیدِ ربّانی اور وحی و نبوت کے
عقل والون سے بھی ممکن نہین جب یہ بات نہین تو یقین کرلینا چاہیے کہ آپ دین
حق لیکر آے ہین لیکن لوگون مین سے اکثر حق سے کراہت کرتے ہین. چونکہ حق بات
اُنکی خواہش کے مخالف ہی اس لیے اُسکا انکار کرتے ہین. اور اگر خداے تعالےٰ وہی
کرتا جو یہ کافر چاہتے ہین. یعنے بقولِ کفار اگر کئی خدا ہوتے تو آسمان اور زمین اور جو
کچھ ان مین ہی سب خراب ہو جاتے. کافرون نے دینِ حق سے جو ناخوشی ظاہر کی
اُنہون نے سمجھا نہین بلکہ ہم اُن کے لیے نصیحت و وعظ لاے ہین جس سے وہ اپنی کو
آپ درست کرکے ہر طرح کا فخر و شرف حاصل کرین. لیکن وہ اُسکو نقصان سمجھتے
ہین اسی لیے اُس سے منہ پھیرتے ہین جب اُنکی اتباع مین شرافت نقصان نہین
تو مال کا بھی نقصان نہین کیون کیا اے پیغمبر تم اُن سے اوپر رسالت پر کچھ اجرت مانگتے
ہو (تم) ایسی اجرت کیون طلب کروگے کہ جس کے سبب سے ثوابِ آخرت فوت ہوجا
تو تمھارے پروردگار کا اجر دنیا و آخرت مین بہتر ہے. کیونکہ ہر معطی اپنے لائق دیتا ہے
اب اللہ کی عطا کے سامنے مخلوق کی عطا کیا شے ہے. اس لیے کہ جب وہ خیر الرازقین
ہے تو اُسکی عطا بھی دوسرون کی عطا سے بہتر ہے. اور اے پیغمبر تم سیکڑون تکلیفین اٹھا کر اور

ــــه دیکھو تفسیر ہذا کے صفحہ ۳۰۳ مین برہان تمانع تحت قول آیہ لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللهُ لَفَسَدَتَا ۱۲

دنیوی فوائد پر لات مار کر اُن کو سیدہی راہ کی طرف جو دینِ اسلام ہے بلا رہے ہو اور
جو لوگ آخرت پر ایمان نہین للتے بے شک وہ لوگ اس راہ سے پہرے ہوے ہین۔
اور اگر ہم اُن پر رحم کرین اور انکا مرضِ قلبی[1] دور کر دین تو بہی وہ اُسکے مطیع ہون
اور کفر و طغیان و سرکشی نہ چہوڑین۔ واسطی نے فرمایا کہ علم کا طغیان یہ ہے کہ آدمی
اُس سے دوسرون پر فخر کرے۔ مال کا طغیان یہ ہے کہ بخل یا اسراف ہو۔ عمل و عبادت کا
طغیان یہ ہے کہ دکھانے اور سنانے کو ہووے۔ نفس کا طغیان یہ ہے کہ شہوات کی
پیروی کرے اسی لئے صحیح حدیث مین ہے کہ تم مین کوئی مسلمان نہوگا جبتک کہ اُسکی
خواہش موافق ہو اُس شئے کے کہ جو مین لایا ہون غرض ہر کام مین اخلاص ضرور
ہے۔ جامی ؎

ہزار بار من آن راشمردہ ام یک یک	نیست سبحہ زاہد ز گوہرِ اخلاص

اور دعوتِ خلق مین مخلوق سے اجر نہ طلب کرے بلکہ قناعت اختیار کرے حافظ ؎

[1] شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہ کافرونکی شدتِ کفر و قساوتِ قلبی کا بیان ہے کہ اگر ضر (یعنے مرض قلبی) کہولدیا جائے اور قرآن سمجھا دیا جاوے تو بہی اُسکی اتباع نہ کرین گے اور اُسی کفر و عناد پر اڑے رہین گے۔ جسطرح کہ فرمایا وَلَوْ عَلِمَ اللّٰہُ فِیْهِمْ خَیْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ۔ یعنے اگر اللہ تعالی ان مین بہتری جانتا تو اُن کو قرآن سُنا دیتا اور اگر سنا دیتا تو پہر جاتے منہ موڑے ہوے۔ یہ اُس قبیلِ علمِ آلہی سے ہے کہ فلان شئے ہوگی اگر ہو گی تو کسطرح ہوگی ضحاک نے ابن عباس سے روایت کی کہ جس مین حرفِ لَو ہے وہ کبھی نہوگی"۔

گنجِ زر گر نبود گنجِ قناعت باقیست	آنکہ آن داد بشاہان بگدایان این داد

جب یہ بیان ہوا کہ ازلی کافر طغیانی و سرکشی نہین چھوڑتے۔ چنانچہ اُسکا تجربہ بھی
23 ہو چکا ہے۔ وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ۝ حَتّٰۤى
اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ۝ اور بیشک
یقیناً ہم نے اُنکو عذاب مین (بھی) مبتلا کیا پھر بھی وہ اپنے پروردگار کی طرف نہ جھکے
اور نہ وہ تضرع و زاری کرتے تھے۔ یہان تک کہ جب ہم نے اُن پر عذاب کا سخت
دروازہ کھولدیا تو وہ اُسوقت فوراً نا اُمید ہوگئے۔ روایت ہے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ابوسفیان سردار قریش آیا اور کہا کہ اے محمد مین تمکو اللہ تعالی کی

اسکانوا۔ اسکان کے معنی ذل اور خضع کے ہین۔ اسکا وزن استفعل ہے کون سے یعنے انتقلوا من کون العبد والتیر الی کون الخضوع جسطرح استحجر الطین او استنوق الجمل ہے۔ اور ابن فارس نے کہا کہ یہ قول عرب (یعنے لغتِ ہذیلیہ) سے ہے کہ جب کسی سے عاجزی کرے تو کہتے ہین کنت لك۔ تو اب استفعل معنی مین فعل کے ہے جسطرح قرّ و استقر ہے (خفاجی) مبلسون۔ ابلس من رحمۃ اللہ ای یئس ومنہ سمّی ابلیس وکان اسمہ عزازیل والابلاس ایضا الانکسار والحزن یقال ابلس فلان اذا سکت غمّا (مختار) لہ نسائی و ابن جریر و بیہقی دلائل مین وغیرہم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے (در صحیحین مین اسکی اصل ہے کہ جب قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی تو آپ نے بدعا فرمائی اللھم اعنّی علیھم بسبع کسبع یوسف یعنے الٰہی مجھے مدد دے ان کافرون پر سات سال قحط کی جیسے سات سال قحط یوسف علیہ السلام کے (عہد والون پر پڑا تھا) (ابن کثیر) ۲ جسوقت کہ مکا فرنم

اور قرابت کی قسم دلاتا ہون (کیونکہ بسبب قحط کے) ہم لوگون نے تو علہز (یعنے خون
ساتھ بال اونٹون کے) کھایا ہی۔ تو یہ آیت وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ کی اتری غرض کافر
سختی و عذاب مین بھی اللہ کی طرف متوجہ نہین ہوتے۔ اور جب موت آئیگی (اور
قبر مین) ایک[1] دروازہ عذاب کا سوئے جہنم کھل جائیگا۔ تو اسوقت اُن سے کچھ نہ بن
آئیگا۔ پھر وہ پاک بے نیاز غایب سے التفات فرما کے انکو مخاطب ہوتا ہے اور
اپنی بڑی بڑی نعمتون کو بیان فرماتا ہے پہلی نعمت وَهُوَ الَّذِیْ اَنْشَاَ لَكُمُ 2
السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ اور وہی ہے کہ جسنے
تمھارے لئے کان اور آنکھین اور دل پیدا کر دے۔ تم بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔ یہان
سماعت و بصارت و دل کا خاص طور سے اس لئے ذکر فرمایا کہ جیسے منافع دینیہ و
دنیویہ ان سے متعلق ہین ایسے کسی سے متعلق نہین۔ پھر جس نے یہ نعمتین دین
اُسی کو بھول جانا ہی تو ناشکری ہے۔ دوسری نعمت وَهُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی 2
الْاَرْضِ وَاِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ اور وہی ہے کہ جس نے تمکو زمین مین پھیلا رکھا ہی

[1] کافرون کے لئے تو دوزخ مین سب دروازے عذاب کے کھل جائینگے۔ فی الحال برزخ یعنی قبر مین بھی ایک دروازہ کھل جاتا ہی جسطرح حدیث صحیحہ مین آیا ہی۔ السمع۔ ای الاسماع۔ الافئدۃ جمع فواد وھو القلب قلیلا ما تشکرون۔ یہ مراد نہین کہ انکا تھوڑا شکر ہے۔ بلکہ جو نعمتونکا ناشکرا ہوتا ہی تو اسکو کہا جاتا ہے ما اقل تشکرفلان ۱۲ ذراکم خلقکم ... وھی نسل الثقلین ترکوا همزھا والجمع الذریات

اور اسکی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے۔ **تیسری اور چوتھی نعمت** وَهُوَ الَّذِي يُحْيِي
وَيُمِيتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ اور وہی جلاتا اور مارتا ہے
اور رات اور دن کا بدلنا اسیکا کام ہے۔ تو کیا تم نہین سمجھ سکتے۔ تیسری نعمت زندگی
ہے گو وہ سب سے عمدہ نعمت ہے لیکن مقصود اُس سے یہی ہے کہ جلد زاد راہ لے لو اس لئے
فرمایا ویمیت۔ چوتھی نعمت رات دن کا بدلنا ہے۔ اور جو کچھ اس سے آرام ملتا ہے
وہ ظاہر ہے۔ تو کیا پھر تم نہین سمجھتے کہ جسکی قدرت تمام ممکنات پر عام ہے تو وہی
زندہ بھی کرسکتا ہے مگر وہ نہین سمجھتے اس لئے تو انکا یہ حال ہے بَلْ قَالُوا مِثْلَ مَا
قَالَ الْأَوَّلُونَ ۝ قَالُوا أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ۝ لَقَدْ
وُعِدْنَا نَحْنُ وَآبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ إِنْ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝ بلکہ ان لوگون
نے ویسا ہی کہا جو اگلے لوگون نے کہا تھا۔ کہا کہ کیا جب ہم مرجاینگے اور مٹی اور
ہڈیان ہو جاینگے کیا ہم اٹھا کھڑے کئے جاینگے۔ البتہ ہم سے اور اس سے پہلے
ہمارے باپ دادا سے اسکا وعدہ دیا گیا تھا۔ یہ تو محض اگلے لوگون کے کہانیان
ہین۔ اس سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ پہلے بھی انبیاء کرام علیہم السلام گذرے ہین
اور انہون نے بھی قیامت کے آنیکا یقین دلایا ہے۔ تو ان سب انبیاء کا توحید

مُتْنَا ابن کثیر ساتہ ضم میم

۱ اساطیر۔ جمع اسطورۃ (کبیر)

وآخرت پر متفق ہونا اُسکے ثبوت کی دلیل یقینی ہے۔ کیونکہ ایسے سچے اور دیانت دار
لوگ اس معاملہ مین جھوٹ کس طرح کہتے اور اُن کو اس سے کیا فائدہ تھا۔ جب
کافرون نے مر کے اُٹھنیکا سخت انکار کیا تو اب حضرت کو حکم فرماتا ہے کہ تین باتون
سے انکو الزام دیجے جن کے وہ خود مقر ہین۔ اور جب اُن کو تسلیم کرلین گے تو قطعی
طور سے قیامت کا تسلیم کرنا بھی اُنپر لازم ہو جائیگا۔ **پہلی بات** قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ
وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (اے پیغمبر اُن سے) کہو کہ زمین اور جو کہ اُس مین ہے
کس کا ہے اگر تم جانتے ہو (تو بتاؤ) اسکا انکار تو کوئی عاقل بھی نہ کریگا۔ جتنے کہ وہ
بھی اس بات کے مقر تھے۔ اس لئے اُن کے جواب کے پہلے آپ ہی جواب ادا
فرماتا ہے سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ وہ کہین گے کہ (سب) اللہ کا
ہے (اُن سے) کہو کہ پھر تم کیون نصیحت نہین مانتے۔ پھر اُس کے ملک مین اب کون
شریک ہو سکتا ہے اور جو ابتدا ئر پیدا کرنے پر قادر ہے وہ بعد موت بھی زندہ کریگا
اور حکمت کا بھی یہی تقاضا ہے کہ مر کے اُٹھنا ضرور ہے۔ چنانچہ دیکھو کہ تمھین لوگون
مین سے ایک کم درجہ کا آدمی اپنے غلامون کا حساب نہ لینے اور اُن کے
درمیان عدل نہ کرنے پر ہرگز راضی نہ ہوگا **دوسری** قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ
السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ کہو کہ

تَذَّكَّرُوْنَ نافع وابن کثیر وابوعمرو وابن عامر و یعقوب سات تشدید ذال کے بسبب ادغام تا کے ذال مین ۱۲

اللّٰهُ ابو عمرو ساتھ ہمزہ وصل بدل میں لام جر کے۔ اور

سات آسمانون اور عرش عظیم کا مالک کون ہے۔ وہ کہین گے کہ (سب کچھ) اللہ کا
ہے۔ کہدو پھر کیا تم پرہیز گاری نہین کرتے یعنے ساتون آسمان اور خصوص عرش
کہ جو سب سے بڑا ہے ان سب کا پیدا کرنیوالا اور مالک وہی ہے۔ پھر جب اسکا
اقرار ہے تو کیون اُس سے نہین ڈرتے اور کیون متقی نہین ہوجاتے **تیسری**
قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝
سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ۝ (اے میرے نبی) کہو کون ہے جس کے ہاتھ
مین ہر چیز کی حکومت ہے اور وہی پناہ دیتا ہے اور اُس کے مقابلہ مین کسیکو پناہ
نہین دیجاتی اگر تم جانتے ہو (تو بتاؤ) وہ کہین گے کہ (یہ سب صفتین) اللہ کی
ہین۔ کہدو پھر تم پر کہان سے جادو پڑجاتا ہے پہلے سوال مین زمین کا ذکر فرمایا۔

اللہ
مثل سابق۔

ؐ ابوداود مین ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے کی شان بہت ہی بڑی ہے۔ اللہ تعالے کا عرش ان آسمانون پر اسطرح ہے۔ اور اپنے (مبارک) ہاتھ سے مثل قبہ کے اشارہ فرمایا۔ اور دوسری حدیث مین ہے کہ ساتون آسمان اور ساتون زمینین اور جوکچھ اُن مین اور جوکچھ اُن کے درمیان ہے وہ کرسی کے مقابلہ مین اسطرح ہے جیسے بیابان وسیع مین ایک لوہے کا چھلا پڑا ہو۔ اور کرسی اور جوکچھ اُسمین ہے بہ نسبت عرش کے ایسی ہے جیسے بیابان وسیع مین ایک چھلا پڑا ہو (ابن کثیر) ولا یجار علیه ۔ اجرت فلانا علےٰ فلان اذا اغثته منه ومنعته ؐ یعنے وہ جسکو چاہتا ہے مدد کرکے دوسرے سے بچا لیتا ہے اور کسی مین یہ قدرت نہین کہ اللہ تعالے کے غضب سے کسیکو بچالے ۱۲

دوسرے مین آسمان کا۔ اب یہان حکم کو عام کرکے فرماتا ہے۔ پھر جب تمام جہان
کی حکومت اسی کے قبضہ قدرت مین ہو اور تمکو بھی اسکا اقرار ہے تو پھر تم کس طرح
دھوکے مین آکر حق کو چھوڑ بیٹھے، اور اُسے اپنے خیال مین باطل سمجھنے لگے۔ یہ خیال
تمھارا غلط ہے بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ بلکہ ہم اُن کے پاس حق
لے آئے ہین اور بے شک وہ لوگ جھوٹے ہین۔ کیونکہ خدا کا کوئی شریک نہین اور
سب مین بڑی جھوٹ اللہ کے لئے اولاد ثابت کرنا ہے۔ اس لئے فرمایا مَا اتَّخَذَ
اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا
بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ
فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ نہ اللہ نے کوئی بیٹا بنایا نہ اُس کے ساتھ کوئی معبود ہے
ورنہ ہر معبود اپنی مخلوق کو لیجاتا (یعنے اُسپر متصرف ہوتا) اور ایک دوسرے پر چڑھائی
کرتا اللہ پاک ہے اس سے جو یہ بیان کرتے ہین۔ غائب وحاضر کا جاننے والا
بس وہ برتر ہے اُس سے جسے یہ (اُسکا) شریک مقرر کرتے ہین۔ تو اب یہ بات
قطعی طور سے ثابت ہو گئی کہ صرف ایک ہی ذات الوہیت کے قابل ہے اور وہی
سب سے اعلےٰ ہے اور باقی سب باطل ہین۔ اور اللہ تعالےٰ ان مشرکون سے

عٰلِمُ نافع وشعبہ وحمزہ وکسائی سا بنہ ضمہ میم کے جو ہے مبتدا محذوف کی اور سب دوسری قراءت بہ کسرت ہے

لہ جب نفی شریک کے مطابق دلیل الزامی ہوئی تو اسی سبب سے اپنی ذات پاک کیلئے تنزیہات فرمانے کے لئے سبحٰن اللہ فرمایا۔

شرک سے بلند و برتر ہے۔ اور اس شرک کے باعث غضب کا مقتضے ہے کہ مشرکون پر
عذاب آجاے اور جب عذاب آیگا تو عام ہو گا اس لئے آپ کو اس طرح سکھلاتا ہی

قُل رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّي مَا يُوعَدُونَ ۝ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِي فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ 23-93

(اے پیغمبر) تم کہو اے میرے پروردگار اگر تو مجکو وہ چیز دکھاے جس سے انکو ڈرایا جاتا ہی
تو اے میرے رب مجھے ظالم لوگون مین شامل نہ کر اُس کے جلال و کبریائی کے نظر
کرتے حبیب رب العلمین بھی اسطرح دعا مانگتے ہین۔ اور کوئی یہ نسمجھے کہ یہ تخویف
مین مبالغہ ہے بلکہ حقیقی طور پر اس سے ڈرنا چاہئیے اس لئے فرمایا وَاِنَّا عَلٰٓى اَنْ نُّرِيَكَ 23-95

مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ۝ اور (اے پیغمبر) ہم اسپر قادر ہین کہ تمکو دکھلائین جو انسے
وعدہ کر رہے ہین۔ لیکن چونکہ ہم اس امت مرحومہ کو عذاب سے ہلاک نہین کرتے
لہذا اے نبی تم بھی لطف کی روش اختیار کرو اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ نَحْنُ اَعْلَمُ 23-96

بِمَا يَصِفُوْنَ ۝ (اے پیغمبر) بدی کا دفعیہ ایسی خصلت سے کرو جو بہت اچھی ہو ہم
خوب جانتے ہین جو کچھ یہ لوگ بیان کرتے ہین یعنے جو برائی کرے اُس کے ساتھ نیکی
کرنا خلق محمدی ہے۔ اگرچہ برائی کا بدلہ کرنا جایز ہے لیکن اُس سے درگذر کرنا بلکہ اُس کے
عوض نیکی کرنا ہی مردون کا کام ہے ۝

بدی را بدی سہل باشد جزا		اگر مردی احسن الی من اسا

چونکہ ایسے عمدہ کام کے وقت شیطان ضرور مانع آتا ہی۔ اس لئے اپنے حبیبؐ کو خطاب
فرمایا اور حقیقت میں آپکی اُمت کو تعلیم دی [1] وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ 23-9
الشَّيٰطِيْنِ ۝ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ۝ اور کہو اے میرے پروردگار مین 23-9
شیطان کے وسوسون سے تیری پناہ مانگتا ہون۔ اور اے میرے پروردگار تیری
پناہ مانگتا ہون اس سے (بھی) کہ وہ میرے پاس آئین۔ بندون کے لئے یہ نہایت
ہی عمدہ تعلیم ہے کہ جب کسی کو شیطان وسوسہ دلائے تو اُسیوقت خدا کی پناہ لے۔
تا وہ خطرہ دفع ہوکے بجاے اُس کے کوئی زاجر یا باعث خدا کی طرف سے آئے اور
زاجر و باعث مین بھی باعتبار صفائی قلوب کے بہت ہی بڑا فرق ہوتا ہے جسطرح
پانی کہ جب جھاڑ مین سرایت کرتا ہے تو باعتبار محل کے کہین ڈالی کہین پتہ کہین
پھول بنتا ہے۔ اور یہی حال خون کا ہے۔ بہتر ہوگا کہ ہم زاجر و باعث کو بتفصیل
لکھین۔ (زاجر [2]) وہ خطرہ ہے کہ الہام الٰہی سے بندہ کے دل پر وارد ہوتا ہے
اور جب بُرے کام مین کہ بندہ تھا اُس سے اُسکو باز رکھتا ہے۔ پھر بعض کو معاصی سے

---

[1] کیونکہ شیطان کی رسائی آپ کے قلب مبارک تک محال تھی۔ [2] حضرت شیخ عبد الکریم جیلی کا ایک رسالہ عربی مین چہل کلمات ہی جسکا ترجمہ فارسی مین میری والدہ کے جد کے جد حضرت قاضی میر محمد دائم عثمانی نے حسب کیا ہی۔ اگر خدا چاہی تو یہ فقیر اُسکا اردو ترجمہ اسی تفسیر کے مختلف مقامون مین درج کرتا ہی۔ چنانچہ یہ دو کلمے زاجر اور باعث انھین کلمات مین سے ہین ۱۲

بازرکھتا ہے اور یہ مرتبہ عوام مسلمین کا ہے۔ اور بعض کو ارادۂ گناہ سے یہ مرتبہ عوام
سالکین کا ہے اور بعض کو طاعت مین فتور ہونے سے بازرکھتا ہے اور یہ مرتبہ
خواص عباد کا ہے اور بعض کو موافقتِ نفس سے اور یہ مرتبہ خواص سالکین کا ہی
اور بعض کو ایسے عمل سے جو طلبِ جنت یا خوفِ دوزخ کے لئے ہو بازرکھتا ہے تاکہ اُسکے
سارے عمل لوجہ اللہ ہووین اور یہ ایک مقام مقاماتِ سلوک سے ہے اور بعض کو
رسوم و عادات پر ٹہرے رہنے سے اور یہ خاص محبون کے لئے ہے۔ اور بعض کو حجاب
اسماء و صفات کے پاس ٹھہرنے سے مانع آتا ہے اور یہ ایک حال احوالِ عارفون سے
ہے اور بعض کو اسماء و صفات کا حقایقِ ذات سے احتجاب ہونے کو مانع آتا ہے
اور بعض کو شہود و عیان سے مانع آتا ہے تا حقیقتِ وجدان کے ساتھ متحقق ہووے

(۲) باعث

(**باعث**) وہ خاطرِ الہامی ہے کہ بندہ پر خوبیان و محاسن اچھے کام اور معالیِ امور
کے ظاہر کرتا ہے۔ اور اُس کے حاصل کرنے پر اُسکو برانگیختہ کرتا ہے۔ تو زاجر امورِ
سفلیہ سے بازرہنے کے لئے ہوتا ہے اور باعث امورِ علویہ کے حاصل کرنے کی ترغیب
دلاتا ہے۔ اور کبھی ایک دوسرے کا سبب ہوجاتا ہے اور اکثر زاجر باعث سے پہلے ہوتا ہی
پس بعض کو فعلِ طاعات کی تحریص دلاتا ہے اور یہ عوام مسلمین کے لئے ہے اور بعض کو
دوامِ عبادت اور زیادتیِ عبادت کے لئے ہوتا ہے۔ یہ مرتبہ عُبّاد کا ہے۔ اور بعض کو

واسطے اخلاص کے تا ریا و سُمعہ و عُجب ساقط ہووے اور یہ مرتبہ خواصِ عباد کا ہے۔
اور بعض کو کوشش واجتہاد سلوک مین ساتھ انواع مخالفات کے نفس سے اور اقسام
ذکر سے رغبت دلاتا ہی اور یہ مرتبہ سالکین کا ہی اور بعض کو ترکِ اسباب پر اور بعض کو
محبتِ حق سبحانہ پر اور یہ مرتبہ عام مریدونکا ہی۔ اور بعض کو مراقبۂ حق سبحانہ پر جمیع احوال و
اقوال و افعال پر اور بعض کو محاسبہ پر۔ اور بعض کو سخت ریاضتین کرنے اور مشقتین اٹھانے
اور بعض کو شہود افعال وجود مین اگر یہ شہود بے تقنّع و تکلف کے ہووے تو تجلیات افعال مین
عین الیقین ہے۔ اگر تکلف و تصنع سے تجلیاتِ افعال مین ہووے تو علم الیقین ہے اور
بعض کو ظہورِ کبریائی کی تحت مین انعدام و فنا رنفس کے لئے برانگیختہ کرتا ہے۔ اور بعض کو
شہودِ کمالات آلہیہ پر یا اس مشہد مین مُصطلم ہووے۔ اور بعض کو علم الیقین و عین
الیقین و حق الیقین تجلیاتِ صفات مین حاصل کرنے کے لئے برانگیختہ کرتا ہی
تا ساتھ اسماء و صفات کے تخلقاً و اتصافاً متحقق ہووے بعد ایسے وجود کے
کہ اُس سے پہلے شہود ہووے اور ایسے فنا کے کہ بعد اُسکے بقا ہووے اور ایسے تمکین کے
کہ قبل اُسکے تلوین ہووے یہ واسطے ایسے شخص کے ہے کہ متوقف ایک مقام سی مقامات
معرفت مین کسی مصلحت سے ہوا ہے کہ جس کا حق سبحانے ارادہ کیا ہے اور
یہ باعث اُسی کو ہوتا ہے جس کے حق مین مشیت آلہی سیر فی اللہ کی مقتضی ہو۔"

جب منکرِ بعث معائنہ موت کرین گے تو رجعتِ دنیوی طلب کرین گے جسطرح

فرمایا حَتّٰٓی اِذَا جَآءَ اَحَدَھُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۙ لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا

فِیْمَا تَرَکْتُ کَلَّا ۭ اِنَّھَا کَلِمَۃٌ ھُوَ قَآئِلُھَا ۭ وَمِنْ وَّرَآئِھِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ

یہانتک کہ جب اُن (کافرون) مین سے کسیکی موت آئیگی تو کہیگا کہ ای میرے

ارجعون - بجاے ارجعنی صیغہ جمع بسبب تعظیم و ہیبت رب عزوجل کے ہے یا یہ کہ تکرار فعل کے لیے ہے یعنے ارجعنی ارجعنی ارجعنی یعنے ایک ہی فعل پر بار بار الحاح مقصود ہے من ورائہم قال سفیان بن حسین امامہم - اخرجہ ابن ابی حاتم (در) برزخ - قال مجاھد الحاجز ما بین الدنیا والاخرۃ - اخرجہ ابن ابی حاتم (در) لہ مرزا قادیانی جہان عام آیتین نظر پڑین کہ خاص آیتون کے معنی اپنے مطلب کے موافق کرلیتے ہین - اور دونون مین تعارض سمجھکر ما من عام الا وخص عنہ البعض کے قاعدہ کو بھول جاتے ہین - بعضے خاص امور اور خرقِ عادات خاص ہوا کرتے ہین - اسکو عام آیتون سے خاص کرلینا چاہئے - چنانچہ آدمی کی خلقت متعدد آیتون مین زوجین اور نطفہ سے فرمائی لیکن اس عام قاعدہ سے آدم و حوا و عیسیٰ علیہم السلام مخصوص ہین اسیطرح اور بھی باتین مخصوص ہوتی ہین لیکن مرزا صاحب کو عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ احیاء موتے اور مٹی کے پرندے بناکر اوران مین پھونک مارکر سچ مچ طور سے زندہ کرنے سے جو انکار ہے وہ اس سبب سے ہے کہ وہ خود ازالۃ الاوہام صفحہ ۲۹۵ مین لکھتے ہین "چنانچہ اسی بنا پر اس عاجز پر اعتراض کیا ہے کہ جس حالت مین مثیلِ مسیح ہونے کا دعویٰ ہے تو پھر آپ بھی کوئی مٹی کا پرندہ بناکر اُسکو زندہ کرکے دکھلاتے الخ - اب مرزا صاحب سے اسکا جواب ادا ہونا مشکل تھا اسلئے ازالۃ الاوہام صفحہ ۳۰۲ مین یہ جواب دیتے ہین "غرض یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ خیال ہے" پھر لکھا بہرحال یہ معجزہ صرف ایک کھیل کی قسم مین سے تھا اور وہ

پروردگار مجھے (دنیا میں) جسے میں چھوڑ آیا ہون واپس کردے تاکہ میں نیک عمل

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۶۸) مٹی درحقیقت ایک مٹی ہی رہتی تھی جیسے سامری کا گوسالہ - فتدبر-
فانہ نکتۃ جلیلۃ ما یلقٰھا الا ذو حظ عظیم۔ سبحان اللہ مرزا صاحب نے خوب نکتہ بتلایا کہ
معجزہ بھی کھیل کی قسم میں سے ہوتا ہے - اسی لئے مرزا صاحب کے معتقدین نے کورانہ تقلید سے ان
نکتون کو یاد رکھ کے رسالے چھپوا چھپوا کے انھین عقیدون کو پھیلا رہے ہین چونکہ مرزا صاحب کے کلام
سابق سے معترضین یہ سمجھ جائینگے کہ مرزا صاحب ایسے معجزون پر قادر نہین تو اس لئے اُسکا یہ جواب
دیتے ہین - ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۹ بہرحال مسیح کے یہ تربی کارروائیان (یعنے مسمریزمی) زمانہ کے مناسب
حال بطور خاص مصلحت کے تھین - مگر یاد رکھنا کہ یہ عمل ایسا قدر کے لایق نہین جیساکہ عوام الناس اسکو
خیال کرتے ہین - اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالےٰ کے فضل و توفیق سے
امید قوی رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیون مین حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا الخ۔ اے مرزائیو اسکا جواب
دو کہ وایدناہ بروح القدس جسکی شان ہے اُس کے عمل کو اُسکا فرضی مثیل قابل نفرت سمجھتا ہے
اور عمل مسمریزمی بتلاتا ہے - اب تم اصیل کو نفرت کی نگاہ سے دیکھوگے اور اُس کے عمل کو مکروہ سمجھوگے
یا اُس کے مثیل کو - اگر ایمان کی سلامتی چاہتے ہو تو بہتر ہوگا کہ اصیل (یعنے حضرت عیسےٰ علیہ السلام) کو ہی
عزت کی نگاہ سے دیکھو اور اُس کے عمل کو جس کو اللہ تعالےٰ بطریق معجزہ[1] اور بطور فخر قرآن مین بیان
فرماتا ہے قابل نفرت نہ سمجھو کیونکہ وہ اولوالعزم پیغمبر ہے - قرآن سے اُسکی نبوت ثابت ہے - یہ بیچارہ
تو انبیاء کرام علیہم السلام پر اعتراض کرکے اُمتی بننے سے بھی خارج ہو سکتا ہے - اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ
اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا - مرزا صاحب

[1] کیونکہ آخر آیت میں فرمایا ان فی ذلک لاٰیۃ لکم ان کنتم مومنین -

کرون - ہرگز نہین (واپس کیا جائیگا) یہ ایک (حسرت کا) کلمہ ہے جو وہ کہتا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶۹) جسکو یہان شرک کہہ کے معجزہ دکھانے سے انکار کر گئے پھر اُسی شرک کے آئینہ کمالات صفحہ ۶۵ مین اسطرح قائل ہو گئے " اس درجۂ لقا مین بعض اوقات انسان سے ایسے امور صادر ہوتے ہین کہ جو بشریت کی طاقتون سے بڑھے ہوے معلوم ہوتے ہین - اور آلہی طاقت کا رنگ اپنے اندر رکھتے ہین صفحۂ ۶۰ مین لکھا - اب ان تحریرات سے ہماری غرض اسقدر ہے کہ لقا کا مرتبہ جب کسی انسان کو میسر آتا ہے تو اُس مرتبہ کے توجہ کے اوقات مین آلہی کام ضرور اُس سے صادر ہوتے ہین - کیونکہ اس توجہ کی حالت مین کچھ آلہی صفات کا رنگ ظلی طور پر انسان مین آجاتا ہے - یہان تک کہ اسکا رحم خدا تعالے کا رحم اور اُسکا غضب خدا تعالے کا غضب ہوجاتا ہے - اور بسا اوقات وہ بغیر کسی دعا کے کہتا ہے کہ فلان چیز پیدا ہو جاے تو وہ پیدا ہو جاتی ہے اور جیسا کہ خدائے تعالے کا کُن دائمی طور پر نتیجۂ مقصودہ کو بلا تخلف پیدا کرتا ہے ایسا ہی اُسکا کُن بھی اُس توجہ اور مدد کی حالت مین خطا نہین جاتا " انتہی ملخصا - اگر اب کوئی کہے کہ عیسےٰ علیہ السلام بھی اُسی توجہ کی حالت مین نفخ فرماتے تھے تو اللہ تعالےٰ اپنی قدرت سے اُسی وقت اُس جسم کو حیات بخشتا تھا اُس نبی کا یہ معجزہ ہو جائے - اس مین کونسا شرک ہے - جتنے خرق عادات ہون گے سب اسیطرح ہون گے - کاش اگر مرزا صاحب اسیقدر کہہ کے معترض کو ٹالدیتے کہ ابھی وہ توجہ کی حالت اور آلہی کام مجھسے صادر نہین ہوتے ہین آیندہ اللہ تعالے کے فضل و کرم سے بہت کچھ امید ہے - تو یہ بے ادبی نہ ہوتی اور یہ کہنا بھی نہ پڑتا کہ وہ معجزہ کھیل کی قسم سے تھا اور وہ عمل کردہ تھا - یا یون کہہ کے جان بچا لیتے کہ اصیل و مثیل مین کچھ تو فرق ہونا چاہئے - لیکن آپ کو تو وہ لقا ہو ہی چکا تھا کہ انی معین من اراد اھانتک - لیکن آپ بجائے عین کے صاد سمجھنے لگے - جو حرف کہ وسط حلق سے تھا اُسکو اقصائے حلق سے سمجھنے لگے - اور اسطرح اولوالعزم پیغمبرون سے منہ آنے لگے ۔

اور اُن کے آگے ایک پردہ رہیگا اسدن تک کہ وہ (قیامت مین) اٹھائے جائینگے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۷۰) چون خدا خواہد کہ پردۂ کس درد میلش اندر طعنۂ پاکان زند۔ جواب انوار الحق مین لکھا "تخلق کے ساتھ تخلق اللہ نہین، ہم کب یہ کہتے ہین ہم تو یہ کہتے ہین کہ حضرت عیلے علیہ السلام نفخ کرتے تھے اور اللہ تعالے حیات بخشتا تھا۔ یہ شرک تو آپ کے امام کا دعوے ہے کہ اربعین نمبر (۳) صفحہ ۲۵ مین لکھا کہ دانیل نبی نے اپنی کتاب مین میرا نام میکائیل رکھا ہے اور عبرانی مین لفظی معنے میکائیل کے ہے خدا کے مانند (معاذ اللہ) گویا اُس الہام کے مطابق ہے جو براہین احمدیہ مین ہے انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی (الخ) افسوس اپنے امام کا شرک نظر نہین آتا۔ اور دوسرون کی ذری ذری باتون پر شرک کا الزام لگایا جاتا ہے ضمیمہ انوار مین ایسے اعتراضون کے جواب سے گریز کر گئے۔ کاش اپنے ہی امام سے پوچھکر جواب دیا ہوتا کہ اُسکی ذات تو لَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچون کو یہ توحید کا سبق یاد ہے کہ ع نہ شریک اُسکو نہ کوئی مانند ہے۔ ہر ایک کے مثل ہوتے ہوتے تم خدا کے بھی مانند ہو گئے۔ قادیانیو یاد رکھو کہ جسدن روز محشر ہوگا۔ اور خداوند عالم کے روبرو اس لفظ کا محاکمہ ہوگا اور خداوند عالم مرزا قادیانی سے پوچھیگا کہ تو نے ہی کہا تھا کہ مین خدا کے مانند ہون تو اسوقت مرزا صاحب سے سوا اقرار کے اور کچھ بن ہی نہ آئیگا۔ اگر مرزا صاحب وہان انکار کرینگے تو یہ فقیر بحوالہ کتاب و صفحہ اُسکا ثبوت دیگا۔ آن مرزائی کچھ چال چلین گے۔ کہ پروردگار یہ بطور استعارہ کے کہا تھا۔ پھر مشرکین بھی اسیطرح کچھ کہہ لین گے تو اگر ان حیلون سے نجات ہوجائے گی تو پھر دوزخ مین کوئی نہ جائے گا۔ چنانچہ جس کے یہ فرضی مثیل بنے حضرت عیلے علیہ السلام اُنھین سے خود یہ پوچھ ہونیوالی ہے۔ وہ صاف کہدین گے کہ مین نے نہین کہا تھا۔ مین نے تو وہی کہا جس کا تو نے مجھے حکم کیا وہ یہ کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمھارا پروردگار ہے چنانچہ اس آیت مین اُسکا تفصیل سے بیان ہے

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بی بی عایشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا "کہ مومن (آخری

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۷۱) واذ قال اللہ یا عیسے بن مریم أأنت قلت للناس اتخذونی وامی الٰھین من دون اللہ. قال سبحانک مایکون لی ان اقول مالیس لی بحق الخ مین تم سبکو عذاب شدید سے ڈراتا ہون جو اُسکی پیروی مین تمھین نصیب ہونے والا ہے. انبیاء کرام کے ساتھ وہ گستاخی کی خداوند عالم جل جلالہ کی شان مین یہ بے ادبی کی. تم کب تک اُسکا ساتھ دیتے رہوگے اور کہان تک اُسکی باتون کی تاویل کرتے جاؤگے. **مرزا صاحب** کہتے ہین کہ جو میرے مقابلہ مین آتا ہے مرجاتا ہے فلان مرگیا فلان مرگیا. اُن کے مریدین نے بھی مجھے موت سے ڈرایا ہے سبحان اللہ. احیاءِ اموات پردہ شرک کا ڈرایا کہ جس کی حد نہین. اب اماتتِ احیاء (یعنے زندون کو مارنے کا) خود خوف دلاتے ہین نہین معلوم وہ صفتِ خداوندی ہے یہ صفت کس کی ہے. اللہ تعالے نے تو ایک ہی آیت مین سبکو جمع فرمادیا هُوَ الَّذِیۡ خَلَقَكُمۡ ثُمَّ رَزَقَكُمۡ ثُمَّ یُمِیۡتُكُمۡ ثُمَّ یُحۡیِیۡكُمۡ هَلۡ مِنۡ شُرَكَآئِكُمۡ مَّنۡ یَّفۡعَلُ مِنۡ ذٰلِكُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ ۔ سُبۡحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشۡرِكُوۡنَ ○ حضرت ابراہیم فرماتے ہین رَبِّیَ الَّذِیۡ یُحۡیٖ وَیُمِیۡتُ. پھر دونون مین کونسا فرق ہے. کہ حضرت مسیح جب توجہ کرین تو اللہ حیات نہ بخشے. اور غلام احمد جب غضب مین آجائین تو اللہ تعالے اُسے حیات چھین لے گو دس سال کا بچہ ہی کیون نہ ہو. فقیر کہتا ہے کہ ظاہر تو دونون مین کچھ بھی فرق نہین. پھر مرزا صاحب نے جان بخشی کی کرامت نہ لیکر جان ستانی کی کرامت کیون لی. تو اُسکا جواب یہ ہے کہ چونکہ مرزا صاحب کی کرامتین بھی مصلحت پر مبنی ہوتی ہین اس لئے اسی کو اختیار کرنا مناسب معلوم ہوا. وہ یہ ہے کہ احیاء موتے تو معجزہ یا کرامت بغیر ہو نہین سکتا اب رہا اماتت احیا یہ خرقِ عادت نہین بلکہ عادت سے کیونکہ خود ہی لوگ کوچ کررہے ہین یکے بعد دیگرے مررہے ہین. اگر کوئی اپنا مخالف مقابلہ کرکے مرجائے تو کرامت کا اچھا موقع ہاتھ آئے. اگر کوئی قادیانی کہے کہ نہین مرزا صاحب

وقت مین) ملائکہ کو دیکھتا ہی۔ وہ کہتے ہین کہ ہم تجھے دنیا کی طرف لوٹاتے ہین۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۷۲) مدت بھی بتلاتے ہین۔ فقیر کہتا ہے کہ ہان لیکن وہ مدت تاخیر ہو سکتی یا بالکل ٹل بھی سکتی ہے چنانچہ رسالہ مسمّٰی بہ دنیا کے مذاہب پر نظر صفحہ ۳۲۸ مین مرزا صاحب نے لکھا اصل بات یہ ہے کہ وعید کی پیشگوییان یعنے وہ پیشگوییان جن مین کسی پر عذاب نازل ہونے کا وعدہ ہو وہ خدا کے نزدیک ہمیشہ توبہ کی شرط سے یا صدقہ خیرات کی شرط سے مشروط ہوتی ہین یا خوف کی شرط سے مشروط ہوتی ہین۔ اور توبہ اور استغفار اور صدقہ خیرات اور خدا تعالے سے ڈرنے کے ساتھ ان پیشگوییون مین تاخیر ہو سکتی ہے یا بالکل ٹل سکتی ہین الخ فقیر کو موت سے کیا ڈراتے ہو جو ضعیف الاعتقاد ہے وہ موت سے ڈریگا جسکو ایمان جان سے پیارا ہو وہ بھی کچھ ایمان ہے۔ عاشق ہمیشہ موت کا طالب رہتا ہے۔ اور جو رضا و تسلیم کے مقام مین ہے وہ اپنے تمام امور اپنے مالک کو تفویض کر دیتا ہے

ما بندہ ایم مصلحت ما رضائے تست		خواہی بدار خواہ بکش رائے رائے تست

چار سال کا عرصہ ہوا جب مین نے تفسیر قادری کے قصۂ معراج مین ضمناً مرزائین (یعنے حضرت قادیانی) کا رد کیا تھا اُسی کے خاتمہ پر یہ دعا کی تھی۔ الٰہی اگر زندگی میرے لئے بہتر ہو تو تھوڑے دن چلا۔ نہین تو بہت جلد اپنی طرف بلا۔ الحمد للہ کہ اب تک زندہ ہون۔ آیندہ اُسکا بندہ ہون ؎

مارے جلائے دلمین جو آئے کرے خلیق		راضی ہین ہم اُسی مین جو مرضی خدا کی ہے

اور مرزا صاحب کو جو مجلس اہل سنت کی جانب سے دعوت مباہلہ دی گئی تھی اُس مین کیا عمدہ شرط لگائی گئی تھی تا فیصلہ کو دیر ہو چنانچہ اُسکی عبارت یہ ہے " اور ضرور ہے کہ جب تک کسی فریق کو غلبہ ہو لے اور دوسرا ہلاک ہو دے اُس وقت تک دونون فریق کے سرگروہ اُسی ایک جائے پر رہین۔ اور اپنی اپنی دعاؤن اور روحی اثرون سے ایک دوسرے پر اثر ڈالین اور چاہیئے کہ دعا کی قبولیت اور روحی اثر کے پورا ہونیکے لئے

یہ کہتا ہے کہ اُس طرف جو مکانِ رنج و حزن ہے - بلکہ مجھے اللہ کی جانب لیچلو -

(بقیہ حاشیہ صفحہ) دونوں جانب کے پیشوا ترکِ غذا کریں تاکہ فیصلہ کو دیر نہ ہو - اور جھوٹے سچے کا بہت جلد ظہور ہو الخ چنانچہ یہ دعوتِ مباہلہ قریب میں طبع ہو کر شایع ہوتی ہے جس کو منظور ہو طلب فرمائے - لیکن مرزا صاحب ایسا مباہلہ نہیں چاہتے تھے جس میں ترکِ غذا بھی ہو - چنانچہ مجیب رسالہ انوار الحق نے لکھا کہ اگر دو دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غذا چھوڑ دیتے تو آپ کی صورت پر ضعف کے آثار ظاہر ہو جاتے او کما قال - پھر اگر مرزا صاحب غذا چھوڑ دیں گے تو روح ہی قالب سے پرواز کر جائے گی - اس لئے اس مباہلہ کو ناپسند کر کے جواب ہی نہ دیا - اللہ کی قسم کھا کے کہتا ہون کہ اگر مرزا صاحب اس مباہلہ کو پسند فرماتے ہوتے تو بہت جلد حق ظاہر ہو جاتا - اور اسقدر تصنیفات میں تکلیف اٹھانے کی ضرورت نہ پڑتی - اور اسدرجہ مخلوقِ خدا پریشان نہ ہوتی - لے قادیانیو تم میں کچھ بھی روحی قوت نہیں ہے جو سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کے نسبت یہ گستاخی کی - ہم نے تجربہ کیا کہ ایک ہفتہ بے غذا کے گذرا اور سوائے پانی کے کوئی شے نہ کھانے میں آئی اور نہ پینے میں علاوہ اس کے وہی ذکر جہری ہوتا تھا - اور کہنے والا کہتا تھا کہ چالیس دن تک بھی تجھے کچھ نہ ہوگا - کیونکہ صمدانی چالیس دن تک نہیں کھاتا ہے - اور حضرت رسالت روحی فداہ سے یہ القا ہوتا تھا کہ ہم نے تو اِنِّیْ اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ کہا ہے - تو اسطرح کہہ - اِنِّیْ اَبِیْتُ عِنْدَ رَسُوْلِ رَبِّیْ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ - ہماری پیشگوئیاں اور جو جو اسرار کہ ہمارے اور ہمارے رب کے درمیان ہیں اُس کے ظاہر کرنے پر ہم مامور نہیں ہیں صرف یہ ایک واقعہ کو ہم نے تمھاری طلب پر ظاہر کیا - اور اللہ گواہ ہے کہ میں اس بیان میں سچا ہون اگر اس ترکِ غذا میں جو وہ بھی دفعۃً ترک ہوی تھی جھوٹا ہون تو خدا اُس جھوٹے کا ایمان سلب کر کے موت دے - اور جو مجھے اس واقعہ میں جھٹلائے تو وہ بھی اپنے پر اسی طرح بد دعا کرے - کاش اگر مرزا صاحب مباہلہ کو تیار ہوتے تو خدا لزہٖ عالم اس مجلس اہل سنت کا کیا خرق عادت دکھلاتا اور جھوٹے کو روسیاہ کر کے سچے کی

اور جب کافر سے کہتے ہین تو کہتا ہے کہ پروردگار مجھے لوٹا دو شاید مین اس (دنیا) مین

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۷۴) مدد کرتا۔ مرزا صاحب احیارِ موتے کے معجزہ کو تو شرک کہتے ہین لیکن پیش گوئیون کے مدعی ہین۔ کیا احیار موتے صفت خداوندی ہے علم غیب صفت خداوندی نہین اور دونون مین کونسا فرق ہے۔ ہم کہتے ہین کہ حقیقت مین یہ سب افعال خداوندی ہین بہ ظاہر اس بندہ کی طرف منسوب ہوتے ہین۔ ورنہ کچھ بھی فرق نہین۔ حضرت عیسلے نے یا حضرت سید المرسلین علیہما الصلواۃ والسلام نے احیار موتے کا معجزہ دکھلایا تو کیا تعجب ہے۔ اللہ تعالے نے آب حیات مین یہ اثر رکھا ہے کہ جس جاندار کو پہونچ جائے اُس مین اللہ تعالے جان ڈال دیتا ہے دیکھو صحیح بخاری کتاب تفسیر سورہ کہف صفحہ ۶۹۰ وفی اصل الصخرۃ عین یقال لہ الحیاۃ لا یصیب من ماءھا شئ الا حیی الخ لیکن مرزا صاحب نے پیش گوئی کو جو اختیار کیا ہے اس لئے کہ پیشگوئیان اُن کے پاس تشبیہ و استعارہ کے رنگ مین ہوا کرتی ہین۔ (یعنے دمشق قادیان بنتا ہے اور عیسلے بن مریم علیہما السلام مرزا غلام احمد ہوتا ہے) اب اس رنگ سے جس کو چاہئے رنگ لیجے احیار موتے مین یہ منتر کہان چل سکتا تھا اس لئے اُسکو شرک و کھیل بنایا۔ اور بقول مرزا صاحب پیشگوئی کبھی جھوٹ بھی نکلتی ہے اس لئے اس دائرہ وسیع کو اختیار کرکے اپنی مسیحیت کی بنا رکھی چنانچہ آئینہ کمالات صفحہ ۲۹۰ مین لکھا "الہامی بیٹا تو لد ہونے کی پیشگوئی جھوٹ نکلی جواب اُن اگر مین نے اجتہادی طور پر کہا ہو کہ شاید یہ لڑکا وہی موعود لڑکا ہے تو کیا اس سے ثابت ہو جائے گا کہ الہام غلط نکلا۔ آپ کو معلوم نہین کہ کبھی ملہم اپنے الہام مین اجتہاد بھی کرتا ہے اور کبھی وہ اجتہاد خطا بھی جاتا ہے۔ مگر اُس سے الہام کی وقعت اور عظمت مین کچھ فرق نہین آتا الخ اس سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کے الہام اجتہادی ہین۔ ورنہ الہام تو

جسکو مین چہوڑ آیا ہون نیک عمل کرون" کافر کو نہ مال و اولاد کی خواہش ہوئی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۷۵) وہ ہے کہ جو انسانی قوائے اور اجتہاد سے بکلی برتر و اعلےٰ ہو۔ اور
کمالیت و قدرت و تقدس سے بہرا ہو۔ جس کے ظہور و بروز کے لئے اول شرط یہی ہے کہ
بشری قوتین بکلی معطل و بیکار رہون۔ نہ فکر ہو نہ نظر۔ بلکہ انسان مثل میت کے ہو اور سب
اسباب منقطع ہون۔ مرزا صاحب نے بھی براہین مین اسی طرح لکھا ہے۔ لیکن جب آپکے الہامات
مین غلطی ہونے لگی تو اب الہام مین اجتہاد کو ثابت کرنے لگے۔ اور اپنی بگڑی بنانے کے لئے
حضرت مسیح علیہ السلام کی پیشگوئیون پر بھی غلطی کا الزام لگانے لگے۔ چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ
ساٹ مین لکھا کہ "اس سے زیادہ تر قابل افسوس یہ امر ہے کہ جسقدر حضرت مسیح کی پیشگوئیان
غلط نکلین اُسقدر صحیح نکل نہین سکین" اب پوری مشابہت و مماثلت کے لئے ضرور ہوا کہ
مرزا صاحب کی پیش گوئیان بھی اکثر غلط نکلین۔ چنانچہ اس فقیر نے تفسیر قادری صفحہ ۵۰
مین یہ اعتراض کیا تھا کہ ازالہ اوہام صفحہ ۴۱۸ مین مرزا نے لکھا تھا کہ اس مسیح کو یاد رکھو جو
اس عاجز کی ذریت مین سے ہے جس کا نام ابن مریم بھی رکھا گیا ہے کیونکہ اس عاجز کو
براہین مین مریم کے نام سے پکارا ہے الخ تو اس عبارت سے یہ مفہوم ہوا تھا کہ مرزا صاحب
مریم ہین اور انکی ذریت مین کوئی ابن مریم ہونے والا ہے تو پھر مرزا صاحب کا مسیح موعود
ہونا کس طرح ثابت ہو گا تو گویا اسکا جواب رسالہ دنیا کے مذاہب پر نظر صفحہ ۳۲ مین اسطرح
دیتے ہین کہ براہین احمدیہ مین خدائے تعالےٰ اپنی وحی مین اول میرا نام مریم رکھا اور فرمایا
یا مریم اسکن انت و زوجک الجنۃ یعنے اے مریم تو اور تیرے دوست (لفظی معنی تیرے ہین انشوہر)

اور نہ کوئی آرزو ۔ چاہا تو عمل کو چاہا ۔ اچھا ہے وہ آدمی کہ کافر عذاب دیکھکر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۷۶) بہشت مین داخل ہو جاؤ ۔ اور پھر فرمایا یا مریم نفخت فیک من روح الصدق یعنے اے مریم مین نے صدق کی روح تجھ مین پھونک دی ۔ اور پھر آخر مین فرمایا یا عیسےٰ انی متوفیک و رافعک الیّ یعنے اے عیسےٰ مین تجھے وفات دونگا اور اپنی طرف اٹھاؤنگا ۔ پس اس جگہ مریمی مقام سے مجھے منتقل کرکے میرا نام عیسےٰ رکھا گیا اور اسطرح ابن مریم مجھے ٹھہرایا گیا الخ کچھ بھی ہو مرزا صاحب مریم بنتے بنتے عیسےٰ بنگئے ۔ پھر دونون کے جامع ہوے کہ خود ہی مریم اور خود ہی عیسےٰ ۔ پھر بھی وہ ازالہ اوہام کا وہم دور نہ ہوسکا کہ آپ کی ذریت مین کون ابن مریم ہونے والا ہے ۔ شاید اب مرزا اور مریم اور بیٹا تینون ایک ہی ہوگئے ہین ۔ افسوس قاعدہ ہے کہ جو مدعی اپنے اظہار دعوے مین غلطی کرتا ہے اُس کا دعوےٰ نامسموع ہوتا ہے ۔ یہان دعوون مین سیکڑون طرحکے رنگ بدلتے جاتے ہین لیکن قادیانی ہین کہ آمنا و صدقنا کہے جاتے ہین ۔ حیات و ممات مسیح پر بحث کرنے سے مقدم تو یہی ہے کہ اس مدعی کے اظہار کو قلمبند کیا جائے ۔ تا آیندہ اپنی بات بنانے کے لئے سیکڑون حیلے نہ نکالے ۔ مرزا صاحب جس طرح خود کو مسیح کہتے ہین اسیطرح مہدی موعود بھی کہتے ہین ۔ حالانکہ مرزا صاحب اسکے بھی مقر ہین کہ مغل ہین فارسیون کی اولاد ہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد نہین سیادت سے انکو کچھہ تعلق نہین چنانچہ آئینہ کمالات صفحہ ۴۹۹ مین مرزا صاحب نے اپنے نسب کے متعلق لکھا اعلموا ان آبائی کانوا الفارسیین اصلاً ۔ عبدالکریم مرزائی نے اسطرح ترجمہ کیا کہ بزرگان من پارسی نژاد بودند یعنے مرزا کے آباؤ اجداد پارسیون کی اولاد ہین ۔ اور احادیث مین آیا کہ مہدی قریش سے اور اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا سے

جس عمل کی آرزو کریگا وہ ابھی کر رہا ہے - ابو امامہ رضی اللہ عنہ ایک جنازہ کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۷۷) ہو نگے - کنز العمال جلد ہفتم صفحہ ۱۸۶-۱ ابشروا بالمهدي رجل من قريش الخ (امام احمد و الباوردی عن ابی سعیدؓ) لا تذهب الدنيا ولا تنقضي حتى يملك رجل من اهل بيتي يواطي اسمه اسمي (امام احمد و ابو داؤد و ترمذی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ) المهدی من عترتي من ولد فاطمة رضی اللہ عنہا (ابو داؤد و مسلم عن ام سلمة رضی اللہ عنہا) المهدی من اهل البيت (امام احمد و ابن ماجہ عن علی رضی اللہ عنہ) منا الذی يصلي عيسى ابن مريم خلفه (ابو نعیم فی کتاب المهدی عن ابی سعید رضی اللہ عنہ) رجل من اهل بيتي يواطي اسمه اسمي و اسم ابيه اسم ابي (ابو داؤد عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ) اس حدیث مین تو یہہ بھی تصریح ہے کہ مہدی کا نام میرا نام ہوگا اور مہدی کے باپ کا نام میرے باپ کا نام ہوگا - اس کے سوا اور بہت سی حدیثین ہین - صواعق محرقہ صفحہ ۹۵ مین لکھا کہ ابو داؤد و نسائی و ابن ماجہ اور دوسرے لوگون نے اس حدیث کو روایت کی کہ مہدی میری عترت اور اولادِ فاطمہؓ سے ہے - اور ایک دوسری روایت مین امام احمدؒ سے ہے کہ مہدی ہماری اہل بیت مین سے ہے طبرانی کی روایت مین بھی اسی طرح ہے اور ابو داؤد نے اپنی سنن مین علی مرتضے کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ آپ نے اپنے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ میرا بیٹا سردار ہے جس طرح کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انکا نام رکھا ہے اور انکی اولاد سے ایک شخص ہو گا کہ تمھارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمنام ہو گا الخ اور حدیث لا مهدی الا عيسى بن مريم کی معلول ہے - یا کہ نہین ہے مہدی

ہمراہ تھے جب میت دفن ہوی فرمایا یہی برزخ قیامت کے دن تک ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ) کا مل علے الاطلاق مگر عیسے فقیر کہتا ہے کہ مرزا صاحب کا معمول
وموضوع احادیث پر ہی عمل ہے۔ علاوہ اس کے مرزا صاحب نے خود ازالہ اوہام صفحہ ۱۴۷
مین لکھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ وہ مہدی خُلق اور خَلق مین میری مانند ہوگا
یواطی اسمه اسمی واسم ابیه اسم ابی یعنے میرے نام جیسا اُسکا نام ہوگا اور میرے
باپ کے نام کیطرح اُس کے باپ کا نام" مرزائیو اسقدر احادیث سے ہم نے ثابت
کیا کہ مہدی اولادِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے ہون گے اور تمھارا مہدی تو مغل ہے۔
حدیث سے ثابت ہوا (جس کو تمھارے مرزا صاحب نے بھی نقل کی ہے) کہ مہدی کے
باپ کا نام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے والد کا نام (یعنے عبداللہ) ہوگا۔ تمھارے
مرزا صاحب کے باپ کا نام تو غلام مرتضے ہے۔ مین سمجھتا ہون کہ مرزائی اسکا یہ جواب
دین گے کہ جیسے ہمارے مرزا صاحب مثیلِ عیسے ہین اسیطرح اُن کے والد مثیل عبداللہ ہین
شیعون کے پاس بچاؤ کے لئے جس طرح تقیہ ہے مرزائیون کے پاس تشبیہ واستعارہ
ہے۔ نقل ہے کہ کسی امام کے پاس ایک شیعی نے آکر شیخین کے متعلق پوچھا تو انہون نے
فرمایا هما امامان عادلان رحمة الله علیهما تو اب شیعی نے اُس کے یہ معنے کئے کہ
وہ دونون دوزخ کے امام ہین۔ عادل عدول سے ہے یعنے دونون ظالم ہین۔ رحمۃ اللہ

قتادہ فرماتے ہین کہ اہل قبور برزخ مین ہین۔ درمیان دنیا و آخرت کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۷۹) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام ہے یعنے اُن دونون علیہما کے ضرب پر ہین۔ کیونکہ علا ضرر کے لئے آتا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ احادیث سے تو مہدی اور عیسے دو شخص ثابت ہوتے ہین۔ اور مرزا صاحب تو دونون لقب اپنے ہی لئے تجویز کرتے ہین۔ اُسکا جواب یہ ہے کہ یہ بھی ایک باریک استعارہ ہے کہ دو کے دو بھی ایک کا ایک۔ اس کے قبل آپ نے نہین سنا کہ اُنکو مریم کا بھی خطاب ہوا اور پھر ابن مریم کا بھی پھر اُنکی ذریت مین سے بھی ایک ابن مریم ہونے والا ہے کیونکہ براہین مین ان کو خدا نے مریم کہکے پکارا ہے۔ یہ استعارے ہر ایک کی سمجھ مین کیون آنے لگے اس کو معارف قادیانی درکار ہین۔ اور احادیث موضوعہ کی ضرورت ہے جس طرح مرزا صاحب نے معراج جسمی مین وہ موضوع حدیث کی بی بی عائشہ علیہا التحیۃ پر تہمت لگائی اور اُسی پر اپنا عمل رکھا اور اس سے بڑھکر تو یہ دلیری کرتے ہین کہ جب کھینچ تان کر استعارہ و مجاز سے بھی احادیث صحیحہ اپنے دعوے پر مطابق نہین آتے تو صاف کہدیتے ہین کہ اس مین تحریف ہوئی صفحہ ۱۳ حمامۃ البشرے واما ما جاء فی حدیث مسلم ان نشاب یاجوج و ماجوج و قسیہم تحرق کلہا فوقودا یستو قد المسلمون فہذا تحریف اخر فی الحدیث فان القسی والسہام قد انعدمت و ذہب وقتہا و قامت الاسلحۃ الناریۃ مقامہا فتقبل ان شئت او اعرض کالمنکرین الخ یعنے حدیث صحیح مسلم مین جو یہ بیان ہے کہ یاجوج و ماجوج کے تیر و کمان مسلمان جلاوینگے

مبعوث ہوئے تنگ رہیں گے" حدیث صحیح میں ہے کہ قریبًا تو حبث کے باغو میں ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۸۰) تو یہ دوسری تحریف ہے کیونکہ تیر و کمان کا وقت اب نہین رہا اور آتشی ہتیار اُس کے قایم مقام ہو گئے الخ سبحان اللہ مرزا صاحب کے پاس جب یاجوج و ماجوج روس و نصاریٰ ٹہرے تو اپنے دعوے کے ثبوت کے لئے حدیثوں پر تحریف کی تہمت لگائی - اور وہ سدّ دیوار کے احادیث بہول گئے چنانچہ بخاری و مسلم نے ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم خواب سے بیدار ہوئے اور آپکا چہرۂ مبارک سرخ تھا اور آپ فرماتے تھے لا الہ الا اللہ عرب کے واسطے خرابی ہے اُس بُری چیز سے جو نزدیک آپہونچی - آج کے دن یاجوج ماجوج کی دیوار میں سے اس کے برابر کہل گیا اور آپ نے اپنے ہاتھ سے حلقہ باندہا الخ اور امام احمد و ترمذی و ابن ماجہ وغیرہم ابوہریرہؓ رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یاجوج و ماجوج ہر روز اُس دیوار کو کہودتے ہیں الخ جب ان احادیثِ صحیحہ پر غور کرو تو یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ وہی قدیم ہتیار یعنے تیر و کمان اُن لوگوں کے پاس ہوں گے - لیکن مرزا و مرزائیوں نے تو نیچریوں کی طرح تحریف کا باب کہولدیا ہے - اور صحیح حدیثوں کے رد پر آمادہ ہو گئے ہیں چنانچہ درخواست مورخہ ۲۷، جون ۱۹۰۰ء صفحہ ۴ میں مرقوم ہے کیونکہ اِس حَکَم کا یہ حق ہے کہ اُس علم کے ساتھ جو خدا سے اُس نے پایا ہے

ایک باغ ہے۔ یا دوزخ کے گڑہون مین سے ایک گڑہا ہے'' آدمی کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۸۱) ایسی حدیثون کو رد کرے اگرچہ وہ دس لاکھ یا اُس سے بھی زیادہ ہون الخ کیا اچھا ہوتا کہ مرزائی بجاے دس لاکھ حدیثون کو رد کرنیکے خود مرزا کو ہی رد کر دیتے۔ ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنه فانتھوا۔ کی اطاعت کرتے۔ کیا بڑا کلمہ اس گروہ کے منہ سے نکلا۔ کہ دس لاکھ احادیث مرزا کے قول سے مردود ہو جائین۔ اور اسی کو را نہ تقلید پر احادیث پر چلنے کا دعوے ان یقولون الا کذبا۔ **مرزا صاحب کی ہاتھ چالاکی حدیث امامکم منکم مین** مرزا صاحب نے ازالۂ اوہام مین متعدد جا اس حدیث کو اپنے دعوے کی دلیل بنائی ہے۔ اور مرزائیون کے بھی وردِ زبان ہے۔ اس لئے اسکی حقیقت بھی ناواقفون کو معلوم ہونا ضروری ہے۔ مرزا صاحب نے ازالۂ اوہام صفحہ ۳۹۴ مین لکہا '' کہ ایک حدیث کا مضمون یہ ہے کہ ابنِ مریم تم مین اتریگا۔ اور پھر بیان کے طور پر کہولدیا ہے کہ وہ ایک تمہارا امام ہوگا جو تم مین سے ہی ہوگا پس ان لفظون پر خوب غور کرنی چاہئیے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم لفظ ابنِ مریم کی تصریح مین فرماتے ہین کہ وہ ایک تمہارا امام ہوگا جو تم مین سے ہی ہوگا اور تم سے ہی پیدا ہوگا۔ گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس وہم کو دفع کرنے کے لئے جو ابن مریم کے لفظ سے دلون مین گذر سکتا تھا امامکم منکم کے لفظون مین بطور تشریح فرمادیا کہ اُسکو سچ مچ ابنِ مریم ہی نہ سمجھ لو بلکہ وہ امامکم منکم '' پھر ازالہ صفحہ ۴۲۱ مین لکھا کہ بخاری صاحب اپنی صحیح مین صرف

چاہئے کہ اپنے عمل کو اسی زندگی مین درست کرے۔ قصد و انابت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۸۲) اما مکم منکم کہکر چپ ہو گئے ہین یعنے صحیح بخاری مین صرف یہی مسیح کی تعریف لکھی ہے کہ وہ ایک شخص تم مین سے ہو گا اور تمھارا امام ہو گا۔ صفحہ ۹۶ مین لکھا "کہ دراصل حضرت اسمٰعیل بخاری کا یہی مذہب تھا کہ وہ ہرگز اس بات کے قایل نہ تھے کہ سچ مچ مسیح ابن مریم آسمان سے اُتر آیگا۔ بلکہ اُنہون نے اس فقرہ مین جو امامکم منکم ہے صاف اور صریح طور پر اپنا مذہب ظاہر کر دیا ہے" ناظرین امام بخاری نے پہلے کتاب الانبیاء لکھی (دیکھو بخاری صفحہ ۴۶۸ سید الاخبار دہلی) پھر ایک ایک نبی (آدم و نوح وغیرہما) کے لئے باب باب باندہتے گئے صفحہ ۴۹۰ مین باب نزول عیسے بن مریم ہے۔ اس باب مین دو حدیثین لکھین پہلی ان سعید بن المسیب سمع ابا ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الحرب ویفیض المال حتے لا یقبلہ احد حتے تکون السجدۃ الواحدۃ خیرمن الدنیا وما فیھا۔ ثم یقول ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ واقرؤا ان شئتم وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ ویوم القیمۃ یکون علیھم شھیدا دوسری ان ابا ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم۔ پہلی حدیث صحیح مسلم وترمذی و ابن ماجہ و مسند امام احمد و ابن ابی شیبہ وغیرہ مین بھی ہے جسکا حاصل مطلب یہ ہے۔

توبہ وزہد اختیار کرے۔تا ہر طرح قبر وحشر مین آرام سے رہے۔اِن چار دن

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۸۳) کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قسم کھاکے فرماتے ہین کہ قریب ہی کہ ابنِ مریم تم مین اترین گے۔پھر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (جو راوی حدیث ہین) فرماتے ہین کہ اگر چاہو تو پڑھو وان من اھل الکتاب الخ یعنے نہین ہے کوئی اہل کتاب سے مگر یہ کہ ضرور ایمان لانے والا ہے عیلے پر اُسکی موت سے پہلے۔اور قیامت کے دن عیلے اُن پر گواہی دین گے"۔ دُرّ منثور کی روایت مین امام احمد نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر مین روایت کی کہ آپ نے فرمایا یؤمن بہ قبل موت عیلے یعنے اہل کتاب قبل موت عیلے علیہ السلام کے ایمان لائین گے۔ ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی آیت کی تفسیر مین روایت کی یعنے وہ لوگ اہل کتاب سے جو عیلے علیہ السلام کے تشریف فرما ہونے کو پائین گے وہی ایمان لائین گے حاکم سے بھی اسی طرح مروی ہے (درمنثور) دیکھیے جہان مسیح علیہ السلام کے رفع کا ذکر ہے وہان متوفی کا لفظ ہے جس کے حقیقی معنی بھرپور لینے کے ہین اور موت کے معنے مجازی ہین اساس البلاغہ مین ہے" استوفاہ وتوفاہ استکملہ ومن المجاز توفاہ اللہ۔ اور آخری زمانہ مین جب نزول فرمائین گے اور اُس وقت کے اہل کتاب ایمان لائین گے تو اُس کے بعد موت آئیگی۔ اسی لیے یہان قبل موتہ فرمایا کیونکہ موت کے حقیقی معنی مرنے کے ہین دیکھو اساس البلاغہ وغیرہ اور دوسرے معنے مجازی ہین۔اب اگر کسی مفسر نے متوفی کے معنی ممیت کے کیا ہے تو ہمکو چاہیئے قرآن کے حقیقی معنے بحال رکھکر اس مفسر کے معنی مجازی کر لیے جائین یعنے نوم وغشی وغیرہ کے لیکن

کلمات کی شرح اسطرح ہو (کلمہ) قصل وہ چیز ہے کہ جسپر عمل کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۸۶) مرزا صاحب اس کے برعکس معنے لیتے ہین۔ جہان قرآن مین توفی ہے وہان موت کے معنے لیتے ہین۔ اور جہان قرآن مین اماتہ اللہ ہے وہان نوم وغشی کے معنے لیتے ہین۔ اب سچ کہئے کہ کس نے قرآن کے حقیقی معنی پر عمل کیا اور کس نے مجاز پر۔ اب مرزا صاحب یہ آیت اور صحابہ کی اس طرح تفسیر دیکھ کر اب منقول سے منہ پھیر کر عقلی سہارا ڈھونڈتے ہین۔ اور ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۸ اس آیت کی تفسیر مین لکھتے ہین "بعض لوگ کچھ شرمندہ سے ہو کر دبی زبان پہ تاویل پیش کرتے ہین کہ اہل کتاب سے مراد وہ لوگ ہین جو مسیح کے دوبارہ آنے کے وقت دنیا مین موجود ہون گے۔ اور وہ سب مسیح کو دیکھتے ہی ایمان لے آئین گے لیکن یہ خیال بھی ایسا باطل ہے کہ زیادہ لکھنے کی حاجت نہین الخ" افسوس صحابہ کی تفسیر کو کہدیا کہ خیالِ باطل ہے۔ اس سے زیادہ سنئے ازالہ اوہام صفحہ ۱۴۱ "اب سمجھنا چاہئے کہ جبکہ پیشگویون کے سمجھنے کے بارے مین خود انبیا سے امکان غلطی ہے تو پھر امت کا کورانہ اتفاق یا اجماع کیا چیز ہے" یہ تو امکانِ غلطی تھا اب وقوع کسنئے صفحہ ۴۰۰۔ ازالہ اوہام "کیونکہ پیشگوئیون کے سمجھنے مین قبل اس کے جو پیشگوئی ظہور مین آوے بعض اوقات نبیون نے بھی غلطی کھائی ہے پھر اگر کسی صحابی نے غلطی کھائی تو کون سے بڑے تعجب کی بات ہو" امام بخاری کی پہلی حدیث سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ ابنِ مریم علیہ السلام نازل ہون گے۔ اور ابو ہریرہ صحابی جو خود اس حدیث کے راوی ہین۔ آیتِ وان من اھل الکتاب سے اسکا اخذ بتلایا۔ اب قرآن کی آیت حدیث سے اسکی تقویت۔ حضرت ابو ہریرہ کی تفسیر۔ ان سب باتون کو امام بخاری کا اس دھوم دہام سے نقل کرنا صاف دلالت کر رہا ہو کہ امام بخاری کا وہی مذہب ہے جو تمام

بنا ہوتی ہو اور وہ نیت سے خاص ہو کیونکہ ہر قصد نیت ہے اور ہر نیت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۸۵) اہل سنت کا ہو۔ اب رہا مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ بخاری صاحب کا وہی مذہب ہو یعنے جو مرزا صاحب کا ہو بالکل غلط ہے۔ مرزا صاحب جب دیکھتے ہین کوئی اپنا ہم مشرب نظر نہین آتا تو خواہ مخواہ کسی نہ کسی کی جانب اس عقیدہ کی تہمت لگاتے ہین۔ ضرورۃ الامام صفحہ ۲۵ مین لکھتے ہین "مین امام مالک اور ابن حزم اور معتزلہ کے قول کو مسیح کے وفات کے بارے مین صحیح قرار دیتا ہون۔ اور دوسرے اہل سنت کو غلطی کا مرتکب سمجھتا ہون" یہان امام بخاری کا نام نہین لیا۔ بجاے ان کے امام مالک کو اپنا ہم مشرب بنایا۔ کیا کرین گے الغریق یتشبث بالحشیش۔ مگر یہ نہین سمجھتے کہ امام مالک کچھ غیر معروف نہین اور ان کے اہل مذہب اور ان کے مذہب کے کتب غیر شایع نہین۔ بلکہ ہزارون کتب ان کے مذہب مین مدون ہو چکے۔ اور لاکھون آدمی ان کے مذہب والے ہین۔ تمام مغرب ان کے مذہب والون سے بھرا ہے۔ باوجودیکہ ہم نے ابتدا ہی مین اسی تفسیر کے صفحہ ۹۵ مین لکھدیا تھا کہ علامہ زرقانی مالکی جلد سادس صفحہ ۳۰ شرح مواہب مین فرماتے ہین "الاتفاق علی رفعہ بجسدہ۔ یعنے عیسے علیہ السلام کا جسم عنصری سے اٹھائے جانے پر سب کا اتفاق ہے" لیکن مجیب انوار الحق نے اپنی کتاب صفحہ ۷۵ مین پھر وہی لکھا کہ امام مالک وامام بخاری الخ اگر اب تمام کتب مالکی مرزائیون کے سامنے پیش کردئے جائین تو بھی پھر وہی اپنی ہٹ نہ جائے گی۔ اتنا تو سمجھا ہوتا کہ اگر امام مالک کا یہہ مذہب ہوتا تو اسیوقت نزاع شروع ہو جاتی۔ مرزا صاحب کی تکفیر مین علما کو قلم اٹھانے کی

قصد نہین ہی۔ نیت عمل سے پہلے اور بعد شروع اور عمل سے فارغ ہونیکے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۸۶) کیون نوبت آتی اور یہ تو مرزا صاحب کو بھی معلوم ہوگا کہ یہ چارون مذہب مین اصول کا ایسا اختلاف نہین جس سے ایک دوسرے کو کافر کہین۔ صرف جو کچھ اختلاف ہی فروعات مین ہے۔ ہان مرزا صاحب معتزلہ کے ہم مذہب ہوتے ہین تو پھر کیون اہل سنت کو اپنے ساتھ شریک کرکے دوسرے اہل سنت وجماعت کو دہوکا دیتے ہین یہ اگر تمام مرزائی متفق ہوکر عمر بھر کتابین صفحہ وار اُلٹتے رہین گے تو ایک سنی کا قول بھی صریح طور سے اپنے مذہب کی تائید مین نہ پائین گے۔ افسوس مرزا صاحب کہتے ہین "کہ پیشگویون کے سمجھنے مین نبیون نے بھی غلطی کھائی اور امت کا اجماع کورانہ اتفاق ہی" معلوم ہوا صرف ایک ذاتِ اقدس آپ ہی کی ہے جو پیشگویون کے سمجھنے مین غلطی نہین کرتی کسی مرزائی کو یہ شبہ نہین آتا کہ جو نبیون کی غلطی ثابت کرے وہ خود سرتاپا کیون نہ غلط ہو۔ پھر کس طرح سے اطمینان ہوگیا کہ مرزا صاحب جو کچھ پیشگویان کہہ رہے ہین اور سمجھ رہی ہین وہ سب صحیح ہین۔ کاش اتنا تو کہا ہوتا کہ ہم آپ کے قولِ منفرد سے اجماعِ امت نہین چھوڑتے اور اللہ سے ڈرتے ہین کہ جب ان کا ساتھ چھوڑ دین تو کہین ہمین جہنم مین نہ پہونچا دی۔ چنانچہ فرماتا ہے وَمَنْ یَّتَّبِعْ غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا۔ دوسری حدیث وامامکم منکم کی کیونکہ مرزا صاحب نے عیسے علیہ السلام کے امتی ہونے کی بہت کچھ کوشش کی لیکن سوائے اس ایک حدیث کے جو اُن کی سمجھ مین اُن کے موافق ہے اور کوئی حدیث اُنھین نہ ملی چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۱۹۱ مین مرقوم ہے"

بعد بھی ہو سکتی ہے ۔ اور قصد عمل سے پہلے ہی ہوتا ہے۔ مثلاً ایک شخص نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۸۷) اور اگر یہ کہو کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو امتی کرکے کہاں پکارا گیا ہے تو مین کہتا ہون کہ صحیح بخاری کی وہ حدیث دیکھو جس مین امامکم منکم موجود ہے الخ ہم اس حدیث کو سابق مین بعینہٖ نقل کر چکے ہین جسکا لفظی ترجمہ یہ ہے "تمھارا کیا حال ہوگا۔ جب تم مین ابن مریم نزول کرین گے۔ اور تمھارا امام تمھین مین سے ہوگا" اب مرزا صاحب سے کوئی پوچھ دیکھے کہ تم سے ہی پیدا ہوگا کس لفظ کا ترجمہ اور مضمون ہے۔ علاوہ یہ کہ اس پر ہی کفایت نہ کی۔ بلکہ حدیث مین سے حرف واو کم کرکے بجاے اس کے دو لفظ عربی گھڑکے لگا دئے تا اپنا مطلب نکل آئے۔ ایک تو بَل ہے دوسرا ھُوَ ہے یعنے بَلْ ھُوَ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ جس طرح ہم نے سابق مین ازالۂ اوہام صفحہ ۴۴ سے نقل کی ہے سبحان اللہ مرزا صاحب تحریف و تاویل کرتے کرتے اب الفاظ بھی بڑہانے لگے۔ کیون نہ ہو جب احادیث رد کرنے کا منصب ملا ہے تو احادیث مین خلط ملط کرنا کیا برا ہے لیکن صریح ہنین بڑہاتے ہین بلکہ گویا کی تہی مین شکار کھیلتے ہین اوّلاً ہم بطور فرض مرزا صاحب ہی کے معنے اختیار کرکے جواب دیتے ہین تو یہی معنی ہون گے کہ ابن مریم تم مین اُترین گے اور (وہ) تمھارے امام تمھین مین سے ہون گے۔ یعنے تمھارے خلیفہ ہون گے۔ قرآن پر حکم کرین گے نہ انجیل پر۔ ایک دوسری حدیث مسلم مین جو فامّکم ہے اُس کے بھی یہی معنے ہین کہ تمھاری امامت کرین گے اُس مین منکم کا لفظ بھی ہنین ہے۔ یہ جو مرزائی نے قول العجیب کے صفحہ ۸۵ مین لکھا کہ جناب خاتم المرسلین نے منکم کا لفظ بڑہا کر یہ تفہیم کی کہ وہ بنی اسرائیل کا نبی عیسےٰ بن مریم ہنین ہے الخ یہ کس لفظ کا معنی اور کونسے جملہ کا مضمون ہے مطلب صاف تھا

صدقہ مین قصدِ ریا وسُمعہ کیا۔ اور مال صندوق سے دینے کے لئے نکالا۔ اور دیتے وقت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۸۸) یہ تھا کہ ابن مریم علیہ السلام تمھارے امام ہین۔ منکم کا لفظ اسلئے بڑہا دیا کہ تایہہ معلوم ہو جاے کہ تم مین سے ہون گے یعنے تمھارے دین پر ہون گے اگر منکم کا لفظ نہ ہوتا تو یہی فہم مین آتا کہ عیسے علیہ السلام اپنی ہی شریعت پر ہون گے اور انجیل پر حکم کرین گے۔ مرزا صاحب جو کہتے ہین کہ تم سے ہی پیدا ہوگا یہ کس لفظ کے معنے ہین؟ سرکار عالم صلے اللہ علیہ وسلم خود ہی فرما رہے ہین کہ جو مریم سے پیدا ہوے اور مریم کے بیٹے ہین۔ پھر تم سے ہی پیدا ہونے کے کیا معنے۔ حدیث صحیح جو ترمذی ونسائی وابن ماجہ مین ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا علیؓ منی وانا من علیؓ یعنے علی میرے سے ہین اور مین علی سے ہون۔ بقول مرزا صاحب تو اس کے یہ معنے ہونا چاہئے کہ علی میرے سے پیدا ہوے اور مین علی سے پیدا ہوا۔ (معاذ اللہ) علاوہ اسکے مرزا صاحب ازالۂ اوہام کے صفحہ ۱۴۹ مین لکھتے ہین "کہ یہ اُمتیون کو خوشخبری دیگئی کہ ابنِ مریم جو آنیوالا ہے وہ تم مین سے ہی ہوگا اور تم مین سے ہی پیدا ہوگا" قولِ عجیب کے صفحہ ۷۵ مین لکھا کیف جو استفسار احوال کے لئے آیا کرتا ہے اس سے اظہار خوشی اور فخر کا معنی استنباط کرنا حضرتِ مجیب ہی کا کام ہے" بے شک یہ کتاب قولِ عجیب ہی ہے کیونکہ اپنی ہی بشیر کو جھٹلا رہی ہے وہ تو کیف سے خوشخبری کے معنے لیتے ہین اور چنانچہ ہجرت کی حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سراقہ بن مالک سے فرمایا تھا کیف بک اذا لبست سواری کسریٰ۔ مرزا صاحب سچ کہئے کہ خوشخبری کس مین ہے ایا سچ مچ عیسے بن مریم جو روح اللہ

الہامِ الٰہی سے رجوع کیا اور نیتِ دفعِ بلا کی۔ اور بعد عطا خالص لوجہ اللہ کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۸۹) اور صاحبِ شریعت ہین۔ وہ ہمارے زمرہ مین شریک ہوکر اسی دین پر حکم کرنے مین خوشخبری زیادہ ہے۔ یا یہ کہ اسی امت مین سے ایک شخص فرضی طور سے مریم کا بیٹا بن جائے۔ اس مین تو کوئی بھی خوشی نہین۔ یاد رکھو کہ اگر ہم اہلِ سنت نے موافق قرآن وحدیث کے عیسے علیہ السلام کو آسمان پر چڑہایا تو پھر زمین پر اتارکر آنحضرت کا تابع بھی بنایا۔ نصاریٰ کی خوشی تو آپ نے کی کہ عیسے علیہ السلام جو اُن کے اور ہمارے نبی ہین۔ اس سید الانبیا صلے اللہ علیہ وسلم کے تابع اور اس شریعت کے پابند ہونیسے آپ نے انکار کیا۔ یہ اُنکی مسرت کا طریقہ خوب نکالا۔ کہ خود ہی عیسے بن بیٹھے اور خود ہی مریم کے بیٹے کہلانے لگے۔ نصاریٰ کی مدح سرائی (یعنے صفائی قلب وحسنِ نیت) اور دعاگوئی جو کچھ تم نے آئینہ کمالات کے صفحہ ۱۸۔ اور صفحہ ۴۸ مین کی ہے وہ تمہارے لئے کافی نہ ہوئی۔ جو مسلمانون مین پھوٹ اور تفرقہ ڈالکر اسلام پر جگ ہنسائی کر رہے ہو۔ ہم نے یہانتک تو وامامکم منکم کے تمہارے ہی معنے لئے یعنے وھو امامکم منکم۔ یعنے عیسے ہی امام مانے جائین۔ اور اگر آپ یہ معنے لینا چاہتے ہین کہ عیسے بن مریم تم مین اتریگا (لیکن وہ عیسے بن مریم نہین جو بنی اسرائیل کا تھا بلکہ وہ) امام تمہارا تم مین سے (پیدا ہوگا) چنانچہ اسی بل پر تو آپ نے بل کو زیادہ کیا۔ کیونکہ بل اضراب کے لئے بھی آتا ہے تو آپ کے معنے بھی بن جاتے ہین ع این کار از تو آید و ملہم چنین کنند۔ یہ معنے تو تراشیدہ آپ کو اور آپ کے متبعین کو مبارک۔ اب ہمارے معنے سنو جو دوسری احادیث بھی اُسکی تائید کیلئے

نیت کی تو اُسکا صدقہ اخیر نیت پر منعقد ہوتا ہی۔ کیونکہ مذہب[۱] مین سنت سے

[۱] شافعی اور حنبلی کے مذہب مین

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۹۰) موجود ہین۔ اور اس مین اُس سے بھی زیادہ خوشخبری ہے۔ اور کس قدر صاف معنے ہین جس مین کوئی تاویل کی ضرورت نہین یعنے تمھارا کیا حال ہوگا (یعنے کس قدر خوشی ہوگی) جب تم مین ابن مریم نزول کرینگے۔ اور تمھارا امام تمھین سے ہی ہوگا۔ یعنے جسوقت ابن مریم نزول فرماینگے تو امام اس امت مین سے ہوگا۔ اس دعوے پر دلیل احادیث سے لیجے **پہلی حدیث** اخرج الامام احمد ومسلم عن جابر رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تزال طائفۃ من امتی یقاتلون علی الحق ظاھرین الی یوم القیمۃ۔ قال فینزل عیسی بن مریم علیہما السلام فیقول امیرھم تعال صل بنا۔ فیقول لا ان بعضکم علی بعض امیر تکرمۃ اللہ ھذہ الامۃ (کنز العمال جزو سابع صفحہ ۲۰۲ و درمنثور جزو ثانی صفحہ ۲۴۵) یعنے امام احمد ومسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت سے ہمیشہ ایک جماعت حق پر قتال کرتی رہیگی۔ قیامت تک غالب رہیگی۔ فرمایا پس اترینگے عیسے بن مریم۔ پس اُن کا (یعنے اس امت کا) امیر کہیگا (یعنے حضرت عیسے سے) آیئے ہمین نماز پڑہایئے۔ تو عیسے فرماینگے نہین بے شک تم مین سے بعض بعض پر امیر ہین۔ اللہ کی طرف سے بزرگی اس امت کے لیئے ہے۔ **دوسری حدیث** ابوداؤد وابن ماجہ نے ابی امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑہا (خطبہ دراز ہے جس مین یہ لفظ بھی موجود ہین) و امامھم رجل صالح۔ فبینما امامھم قد تقدم یصلی الصبح اذ نزل علیھم

فرض کی طرف انتقال ہو سکتا ہی - اور علما نے تصریح کی ہے کہ محرم مطلق

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۹۱) عیسے بن مریم الصبح فرجع ذلک الامام یمشی القہقری لیتقدم عیسے فیضع عیسے یدا بین کتفیہ ثم یقول لہ تقدم فصل فانہا لک اقیمت فیصلی بھم امامھم الخ (درمنثور جزء ثانی صفحہ ۲۴۴ و کنز العمال ہ و ابن خزیمہ ک والضیا - جزء سابع صفحہ ۱۹۳) یعنے اور امام انکا ایک مرد نیک بخت ہوگا - اس حال مین کہ اُن کا امام صبح کی نماز پڑہانے آگے بڑہا ہوگا کہ اُس صبح کے وقت عیسے ابن مریم علیہما السلام اُن پر نازل ہون گے تو وہ پیچھے پاؤن پلٹیگا - تا عیسے علیہ السلام آگے بڑہین - پس عیسے اپنا ہاتھ اُس امام کے دونون شانو مین رکھکر فرمائین گے کہ بڑہو اور نماز پڑہو اس لئے کہ یہ نماز تمھارے ہی لئے قایم کی گئی ہے - پھر انھین کا امام اُن کو نماز پڑہائے گا الخ تیسری حدیث امام احمد و ابن ابی شیبہ و طبرانی و حاکم مع تصحیح عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا فینزل عیسے عند صلاۃ الفجر - فیقول لہ امیر الناس تقدم یا روح اللہ فصل بنا - فیقول انکم معشر ھذہ الامۃ امراء بعضکم علے بعض تقدم انت فصل بنا - فیتقدم فیصلے بھم الخ مختصرا - (درمنثور جزء ثانی صفحہ ۲۴۳) یعنے عیسے علیہ السلام فجر کی نماز کو اُترین گے - پس اُن کو لوگون کا امیر کہیگا کہ اے روح اللہ آگے بڑہکر ہمین نماز پڑہائیے - عیسے علیہ السلام فرمائین گے کہ تم گروہ اس امت کے بعض بعض پر امیر ہو (اے امیر) تو ہی آگے بڑہکر ہمین نماز پڑہا دے تو وہ امیر مقدم ہو کر سبکو نماز پڑہائیگا الخ کیون مرزا صاحب اب واما مکم منکم کے معنے سمجھ مین آئے - کہ جس کے پیچھے خود عیسے علیہ السلام نماز

اپنے احرام کو حج و عمرہ سے جس طرح چاہے مقرر کرے اور محرم عمرہ کو قران

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۹۲) پڑھیں گے۔ اور امام دوسرا ہوگا یعنے امام مہدی جس طرح ہم نے سابق مین ذکر کیا ہے اب ہمارا قول صرورۃ الامام صفحہ ۳۷ مین "کہ مہدی اور مسیح ہونیکا مدعی تو یہی ایک شخص میدان مین کھڑا ہے" دعوے بلا دلیل ہے۔ پہلے تو مسیح کو امتی بنایا چاہتے ہو پھر مہدی و مسیح کو ایک کر دیتے ہو۔ اگر کہو تو اور احادیث نقل کرون لیکن آپ کو احادیث کی کب پرواہی شارح حدیث علامہ طیبی وہی معنے فرماتے ہین کیف حالکم وانتم مکرمون عند اللہ والحال عیسے ینزل فیکم وامامکم منکم وعیسے یقتدی باما مکم ویشھد له الحدیث الاٰتی ابن حجر مکی صواعق محرقہ صفحہ ۱۰۲ مین فرماتے ہین کان القصد بامامۃ المھدی لعیسے انما ھو اظھار انه نزل تابعا لنبینا حاکما بشریعة غیر مستقل بشیٔ من شریعة نفسه واقتدائه ببعض ھذه الامة مع کونه افضل من ذلک الامام الذی اقتدی به فیه من اذاعة ذلک واظھاره مالا یخفی علی انه یمکن الجمع بان یقال ان عیسے یقتدی بالمھدی اولا لاظھار ذلک الغرض ثم بعد ذلک یقتدی المھدی به علی اصل القاعدة من اقتداء المفضول بالفاضل وبه یجتمع القولان یعنے مہدی جو عیسے علیہ السلام کی امامت کرین گے وہ صرف اس لئے ہے کہ تا ظاہر ہو جاوے کہ وہ ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تابع اور آپ کی شریعت پر حکم کرنیوالے ہین۔ اپنی شریعت کا حکم مستقل طور پر جاری نہ کرین گے۔ اور اس امت مین سے کسی کے پیچھے نماز پڑھنا (حالانکہ جس امام کی یہ اقتدا کرین گے اُس سے افضل ہون گے) صرف

حج کے لئے احرام کا پھیرنا جائز ہے۔ یہ ظاہری مسئلہ ہمارے باطنی مسئلہ کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۹۳) اسی بات کا پوری طور سے ظاہر کرتا ہے۔ پھر بعد اسکے مہدی عیسے علیہ السلام کی اقتدا کرینگے۔ اسی اصلی قاعدہ پر کہ مفضول فاضل کی اقتدا کرتا ہے۔ اور اسی سے دونون قول جمع ہو جاتے ہین!! علامہ زرقانی نے شرح مواہب مین اسی طرح لکھا۔ کیون مرزائیو اب بھی توافق وتطابق بین الاحادیث ممکن ہے کہ نہین سچ کہو کہ اب تخالف درمیانِ احادیث کہان رہا۔ الحمد للہ کہ حدیث وامامکم منکم پر مرزا صاحب کی جو کچھ ملمع کاری تھی سب کہل گئی۔ اور عیسے بن مریم علیہما السلام وہی ایک رہے دوسرے نہ ثابت ہو سکے۔ اب صریح حدیث سماعت کیجے کہ وہی نبی اسرائیل کے عیسے بن مریم نازل ہونے والے ہین۔ اخرج ابن ابی شیبہ والامام احمد وابوداؤد وابن جریر وابن حبان عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الانبیاء اخوات لعلات امہاتھم شتّٰی ودینھم واحد۔ وانی اولی الناس بعیسے بن مریم لانہ لم یکن بینی وبینہ نبی وانہ خلیفتی علی امتی وانہ نازل فاذا رأیتموہ فاعرفوہ رجل مربوع الی الحمرۃ والبیاض الخ یعنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ انبیا علاتی بھائی ہین یعنے باپ کی طرف سے ایک ہین لیکن مان علیحدہ ہے۔ اور دین ایک ہے۔ اور مین عیسے بن مریم سے قریب تر ہون اس لئے کہ بے شک میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہین ہے۔ اور یقینًا وہی میری امت پر میرا خلیفہ ہے۔ اور بے شک وہ اترنے والا ہے تو جب تم اسکو دیکھو تو پہچان لو کہ

صریح حدیث نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام

نظیر ہے تو عمل نیتون پر معقود ہے اور قصد اول عمل پر باعث ہے پس قصد

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۹۴) وہ آدمی درمیانی قد والا ہے۔ سرخ و سفید رنگ کی طرف مائل ہے الخ اس حدیث کو غور سے دیکھنا چاہیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کس قدر صراحت سے فرمایا کہ وہ عیسے بن مریم کہ جو میرے اور اُس کے درمیان کوئی نبی (اولوالعزم) نہین ہے وہی اُترنے والا ہے اب اس حدیث مین کسی طرح تاویل کی گنجایش نہین۔ کیونکہ انہ کی ضمیر کسی دوسرے کی طرف راجع کرنا ممکن نہین یہ حدیث درمنثور کی جلد ثانی صفحہ ۲۴۲ مین ہے اور اس حدیث سے مرزا صاحب کے اُس قول کا بھی رد ہو گیا جو ازالہ صفحہ ۴۴ مین لکھا کہ مسیح اول کا حلیہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اور طرحکا فرمایا اور مسیح ثانی کا حلیہ اور طور کا ذکر کیا ہے جو اس عاجز کے حلیہ سے بالکل مطابق ہے الخ کیونکہ اس حدیث مین آنے والے مسیح کا حلیہ مربوع الی الحمرۃ والبیاض ہے اسی طرح بخاری مین معراجکی حدیث صفحہ ۴۸۹ مین قال لقیت عیسے فنعتہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ربعۃ احمر۔ اسی کی ایک دوسری حدیث مین فاما عیسے فاحمر اس سے معلوم ہوا کہ دونوں حلیے ایک ہی ہین اور مسیح بھی ایک ہی ہے اور جو دوسری دو حدیثون مین آدم کا لفظ ہے وہ خواب کا ذکر ہے۔ ایک مین فی المنام دوسری مین بینما انا نائم ہے۔ خواب کے لئے تعبیر ہے۔ اور بیداری تو اپنی حقیقت پر محمول ہوگی مرزا صاحب اپنی اشاعت فتنہ کے لئے اسی طرح خلط ملط کرتے ہین۔ چنانچہ اس سے پہلے بھی ایک شخص نے اسیطرح دعوے کیا تھا جسکو علامہ زرقانی مقصد خامس صفحہ ۱۹۲ مین

باعتبار لزومِ صحت اُس کے طلبِ حق مین ایسا مقام ہے کہ جو جدا نہین ہو سکتا

ایک کذاب مسیح سابق مین گذرچکا ہے

حدیث مین عیسیٰ کا رفع الی السماء ہونا موجود ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۹۵) والقرامطة اصلهم رجل من سواد الكوفة يقال له قرمط كان احمر البشر والعينين وكان ظهوره سنة ثمان وسبعين ومائتين و قال انه الكلمة والمهدى و زعم انه انتقل اليه كلمة المسيح الخ یعنے ایک شخص قرمط یا حمدان بن قرمط کوفہ کی اطراف سے ۲۷۸ھ مین خروج کیا جو سرخ رنگ اور سرخ چشم تھا۔ اور کہا کہ وہی کلمۃ اللہ اور مہدی ہے اور اسی کی طرف کلمۂ مسیح انتقال کر آیا ہے۔ اور قرآن کی تحریف کر کے تاویلاتِ بعیدہ کرتا الخ مرزا صاحب بھی ایسے ہی لوگون کے قدم بقدم چلنا چاہتے ہین۔ جب صریح قرآن و حدیث سے عیسےٰ کا رفع ثابت ہو جائے تو پھر نزول انہین کے لئے ہو گا۔ نہ یہ کہ رفع تو ابنِ مریم کے لئے ہو اور نزول غلام احمد کے لئے۔ بعض مرزائی کہتے ہین کہ رفع الی السماء کسی حدیث مین نہین ہے۔ دیکھو در منثور جلد ثانی صفحہ ۲۳۸ اخرج عبد ابن حميد والنسائى وابن ابى حاتم وابن مردويه عن ابن عباس رضى الله عنهما قال لما اراد الله ان يرفع عيسے الى السماء خرج الى اصحابه وفى البيت اثنا عشر رجلا من الحواريين فخرج عليهم من عين فى البيت ورأسه يقطر ماء۔ فقال ان منكم من يكفر بى اثنى عشر مرة بعد ان آمن بى۔ ثم قال ايكم يلقى عليه شبهى فيقتل مكانى ويكون معى فى درجتى فقام شاب من احدثهم سنا فقال له اجلس ثم اعاد عليهم فقام الشاب فقال اجلس ثم اعاد عليهم فقام الشاب فقال انا فقال انت ذاك۔ فالقى عليه شبه عيسے ورفع عيسے من روزنة فى البيت الى السماء۔ و قال وجاء الطلب من اليهود

اور باعتبار تجدد دہر عمل مخصوص مین حال ہے۔ تو بعضون کا قصد عمل سے دور ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۹۶) فاخذوا الشبہ فقتلوہ ثم صلبوہ الخ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سند کے ساتھ ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام جانب آسمان مرفوع ہوے۔ اور آپ ممینک کے معنے بطور تعلیق ہین۔ تعلیقات احادیث صحیحہ مسندہ کو نہین پہونچ سکتے سخاوی فتح المغیث مین لکھتے ہین وبما تقدم تایید حمل قول البخاری ما ادخلت فی کتابی الا ما صح علی مقصودہ بہ وھو الاحادیث الصحیحۃ المسندۃ دون التعالیق والآثار الموقوفۃ علی الصحابۃ فمن بعدھم والاحادیث المترجم بہا ونحو ذلک ۱ھ اور اس حدیث مین کس قدر صراحت ہے اور مثیل مسیح کا ابطال ہے جس کو ہم نے درمنثور سے اسی تفسیر کے صفحہ ۹۰۴ مین ترجمہ کیا پھر یہان بعینہٖ اعادہ کرتے ہین عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لقیت لیلۃ اسری ابراھیم وموسیٰ وعیسےٰ قال فتذاکروا امر الساعۃ قال فردوا امرھم الی ابراھیم فقال لا علم لی بہا فردوا امرھم الی موسیٰ فقال لا علم لی بہا فردوا امرھم الی عیسےٰ فقال عیسےٰ اما وجبتہا فلا یعلم بہا احد الا اللہ وفیما عہد الیّ ربی ان الدجال خارج ومعی قضیبان فاذا رانی ذاب کما یذوب الرصاص قال فیھلکہ اللہ اذا رانی حتی ان الحجر والشجر یقول یا مسلم ان تحتی کافرا فتعال فاقتلہ فیھلکھم اللہ ثم یرجع الناس الی بلادھم واوطانہم فعند ذلک یخرج یاجوج و ماجوج الخ یعنے درمنثور جلد رابع صفحہ ۱۵۲ تحت اسریٰ بعبدہٖ مین سعید بن منصور و امام احمد و ابن ابی شیبہ و ابن ماجہ و ابن جریر و ابن منذر و حاکم و ابن مردویہ و بیہقی یہ سب عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہین

بیان نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام

نجات اور جنت مین داخل ہونا ہے یہ رتبۂ عوام ہے۔ بعضون کا قصد

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۹۷) کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین نے شب اسراء مین ابراہیم
و موسے و عیسے علیہم السلام سے ملاقات کی قیامت کا ذکر آیا۔ ابراہیم و موسے علیہما السلام نے
فرمایا کہ مجھے اُس کا علم نہین۔ عیسے علیہ السلام نے فرمایا کہ وقوع کا علم تو اللہ ہی کو ہے لیکن
مجھ سے جس کا اللہ نے عہد کیا ہے وہ یہ ہے کہ دجال نکلیگا۔ اور میرے پاس دو عصا
ہون گے۔ جب وہ مجھے دیکھ لیگا سیسے کی طرح پگل جائے گا۔ اللہ تعالے میرے دیکھنے کے
باعث اُس کو ہلاک فرمائے گا۔ یہان تک کہ جھاڑ اور پہاڑ پکارین گے کہ اے مسلمان میرے
پیچھے کافر چھپا ہے تو آکے قتل کر تو اُن سب کو اللہ تعالے ہلاک فرمائے گا۔ پھر لوگ اپنے
شہرون اور وطنون کو پلٹ آئین گے۔ اُس وقت یاجوج ماجوج نکلین گے الخ علامہ زرقانی
اور ابن کثیر اور بہت سے محدثین نے بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے اس حدیث مین تو عیسے
علیہ السلام نے خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دوبارہ اپنے آنے کی کیفیت بیان کی ہے
اب کسطرح سے غلام احمد عیسے بن مریم ہوسکتے ہین۔ باوجود اس کے مرزا صاحب ان
احادیث پر چلنے والون کو رسالۂ انجام اتھم کے صفحہ ۲۱ مین اس طرح خطاب دیتے ہین
"اے بد ذات فرقۂ مولویان! تم کب تک حق کو چھپاؤ گے۔ کب وہ وقت آئے گا کہ تم
یہودیانہ خصلت کو چھوڑو گے۔ اے ظالم مولویو تم پر افسوس! کہ تم نے جس بے ایمانی کا
پیالہ پیا وہی عوام کالانعام کو بھی پلایا" اس سے معلوم ہوا کہ مولوی اور اُن کے اتباع سب
بے ایمان ہوگئے ہین۔ اب ایمان داری مرزائیون مین ہی منحصر ہے۔ بھلا یہ بھی تو دیکھنا
چاہئے کہ مرزائیون کی تعداد کتنی ہے۔ رسالہ ضرورۃ الامام جو تیرہ سو پندرہ کی تالیف اور

طلبِ رضائے حق ہی۔ بعضون کا قصد عبودیت لوجہ اللہ کی تحقیق ہی نہ جزا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۹۸) اٹھارہ مین مطبوع ہوا ہے اُس کے صفحہ ۲۴۴ و ۳۴۳ نقل رپورٹ تحصیل دار سے اُن کی مردم شماری کا صحیح طور سے معلوم ہوسکتی ہے وہ لکھتے ہین "مثل عذرداری انکم ٹیکس مسمی مرزا غلام احمد ولد غلام مرتضےٰ ذات مغل سکنہ قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور پھر لکھا ہے کہ مرزا غلام احمد ابتدا ایام مین خود ملازمت کرتا رہا ہے کچھ مدت سے ملازمت وغیرہ چھوڑکر اپنے مذہب کی طرف رجوع کیا اور اس امر کی ہمیشہ سے کوشش کرتا رہا کہ وہ ایک مذہبی سرگروہ مانا جائے۔ اس سنے چند مذہبی کتابین شایع کین رسالہ جات لکھے۔ اور اپنے خیالات کا اظہار بذریعہ اشتہار کیا۔ چنانچہ اُسکی کل کارروائی کا یہ نتیجہ ہوا کہ کچھ عرصہ سے ایک متعدد اشخاص کا گروہ جن کی فہرست (بحروف انگریزی) منسلک ہذا ہی اُس کو اپنا سرگروہ ماننے لگ گیا اور بطور ایک فرقہ کے قایم ہوگیا۔ اس فرقہ مین حسب فہرست منسلکہ ہذا ۳۱۸ آدمی ہین الخ اس ہندسہ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ مرزائی تین سو اٹھارہ ہین۔ لیکن اہلِ اسلام کے مقابلہ مین یہ کس گنتی مین ہین۔ اہلِ اسلام کی تعداد خود مغل صاحب ہی براہینِ احمدیہ صفحہ ۱۱۰ مین اسطرح بتلاتے ہین "اور مسلمانون کا پھر شرک اختیار کرنا اس جہت سے ممتنعات مین سے ہے کہ خدا تعالے نے پیشین گوئی کی اور فرمایا مایبدئ الباطل ومایعید سورۂ سبا الجزء ۲۲ یعنے یہ شرک اور مخلوق پرستی دور ہوچکی ہے پھر نہ وہ اپنی کوئی نئی شاخ نکالیگی اور نہ وہ اُسی پہلی حالت پر عود کریگی سو اس پیشین گوئی کی صداقت بھی اظہر من الشمس ہے کیونکہ جب اوائل ایام مین کہ مسلمانونکی تعداد بھی قلیل تھی تعلیم توحید مین کچھ تزلزل واقع نہین ہوا بلکہ روز بروز ترقی ہوتی گئی تو اب جماعت اس موحد قوم کی بیس کروڑ سے کچھ زیادہ ہے کیونکر تزلزل ممکن ہے الخ

مرزائی تین سو اٹھارہ ہین

اس لئے کہ بدلہ کا طلب کرنا مزدور کا کام ہے نہ غلام کا۔ اور بعضے اشتغال بحق ظاہراً و باطناً ہونے کا قصد رکھتے ہیں۔ یہہ افرادِ سالکین کے لئے ہے۔ اور بعضے نفس کی دوری اسکی عادات اور اسکی طبیعت سے چاہتے ہیں۔ اور بعض کو اقتدارِ جنابِ نبوت مضمونِ اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا مقصود ہوتی ہے۔ اور بعض کو اپنے توابع (و مریدین) کی تحریص و ترغیب منظور ہوتی ہے۔ (کلمہ) انابت بندہ کا رجوع بسوئے حق ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۹۹) مغل صاحب۔ یہ تو خداے تعالےٰ کی پیشین گوئی تھی کہ مسلمانوں کو تزلزل نہیں اور نہ شرک کی پھر کوئی نئی شاخ نکل سکتی ہے۔ پھر آپ کس طرح بیس کروڑ مسلمانوں سے منہ پھراکر اپنے ہی تین سو اٹھارہ آدمیوں کو مسلمان سمجھتے ہو اور دوسروں کو کبھی مشرک کبھی بے ایمان کہتے ہو اور صفحہ ۲۸ اربعین نمبر ۳ میں اسطرح لکھتے ہو کہ "یاد رکھو جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمھارے پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ تمھیں دوسرے جو دعوے اسلام کرتے ہیں بالکل ترک کرنا پڑیگا الخ" سبحان اللہ وہ خدا کی پیشگوئی اور یہ اسکے مخالف خدا کی اطلاع۔ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے پاس جیسے نبیوں کے پیشگوئی میں غلطی ہوا کرتی تھی اب خدا کی پیشگوئیوں میں بھی غلطی ہونے لگی۔ براہین سے خدا کے معجزہ کو ثابت کیا اربعین سے اسکو رد کر دیا۔ یہ قرآن کے ساتھ کھیل تھا اور یہہ اہل اسلام پر حملہ۔ وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہٗ نُوْرًا فَمَا لَہٗ مِنْ نُّوْرٍ۔ اگر ان چند سطور سے مرزائیوں کو تشفی نہو تو بہت سی جگہ عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر اسی تفسیر میں آتا ہے اگر خدا چاہے تو ہم بسط سے بیان کرینگے۔ ۱۲

اور یہہ مقام ہے۔ بعضے معاصی سے طاعات کی طرف رجوع کرتے ہین۔ یہہ
نصیبِ عوام ہے۔ اور بعضے اسباب سے مسبّب کی طرف یہ ہنایت عُبّاد ہی۔ اور
بعضے اشتغالِ عبادات سے معبود کی طرف۔ یہہ مرتبہ سالکون کا ہی۔ اور بعضے عمل
نفس کی رویت سے شہودِ فعلِ حق کی طرف جمیع حرکات وسکنات مین۔ بعضے اشتغال
تہذیب اخلاق سے اُس کے شہودِ کبریا رجلال وجمال کی طرف۔ اور بعضے تفرقہ سے
جمع کی طرف اور یہہ انابت ء اہلِ چند قسم ہین۔ بعضے شہودِ خلق سے شہودِ حق کی طرف بطور
اجمال راجع ہین اور بعضے بطورِ تفصیل پھر اصحابِ تفصیل کے انواع ہین۔ بعضے
مطلق اجمالِ توحیدی سے شہودِ تجلیاتِ افعال کیجانب راجع ہین۔ اور بعضے شہودِ
تجلیاتِ صفات سے شہودِ تجلیاتِ ذات کی طرف۔ اور بعضے احتجاب ذات
سے جو اسماء وصفات سے ہووے طرف شہودِ ذات وصفات کے معًا۔ بعضے
شہودِ جمال سے طرف شہودِ جلال کے۔ بعضے معرفتِ ذات سے جو ساتھ اسماو
صفات کے ہو طرف معرفتِ اسماوصفات کے جو ساتھ ذات کے ہو۔ بعضے
معرفتِ حق سے ساتھ معرفتِ حق کے ساتھ نفس کے۔ اور یہ رجوع اگر عروج وبدایت
مین ہووے تو وہ اہلِ تجلیاتِ اسماو صفات سے ہی۔ اور اگر نہایتِ نزول مین ہووے تو وہ
اہلِ تجلیاتِ ذات سے ہی اسطرح کہ محوق ترہات خلقیہ سے حالاً وشہوداً اور ذوقاً وجوداً۔
چیزہاے باطل

(کلمہ) توبہ۔ بندہ کا اُس (ادنی) عمل حال و اعتقاد کو چھوڑنا کہ جس پر وہ تھا۔ ظاہر
اصطلاح مین اس کی تین علامتین مین (۱) ندامت (۲) فی الحال ترک کرنا
(۳) آیندہ نہ کرنیکا عزم کرنا۔ اور توبہ بھی ایک مقام ہے۔ عام مسلمانون کی
توبہ گناہون سے ہوتی ہے۔ اور سالکون کی گناہ کے خطرہ سے۔ اور مریدونکی
خاطر ماسوی اللہ سے۔ اور عارفون کی حجاب انوار اسما و صفات کے پاس وقوف
کرنے سے۔ پھر بعضون کا ترک کرنا شہود اجمال کا بسبب شہود تفصیل کے ہوتا ہے
اور بعضون کا شہود ذات سے بواسطۂ الوہیت کے بسبب شہود اس کے
بواسطۂ احدیت ہے۔ اور یہ ترک بحسب ترقی ہے کہ ولی کو حاصل ہوتی ہے۔ اسلئے
کہ ہر مشہد مین مشاہد الوہیت کے مراتب و مدارج و معارج ہین۔ ہر اسم و صفت کیلئے
ایک مشہد خاص ہے۔ اور اُس مشہد کو سات بطن ہوتے ہین کہ ایک دوسرے
سے اعلے ہوتا ہے جسکو مدارج کہتے ہین ان کے مابین تفاوت عظیم ہوتا ہے۔ جو
شخص کہ مشہد اسم قادر کے بطن اول مین ہوتا ہے وہ قدرت حق سبحانہ اور
اُس کے تصرف کو بلندی و پستی مین دیکھتا ہے۔ اور جو شخص کہ اسی مشہد کے بطن
سابع مین ہوتا ہے وہ[1] ید قدرت سے اکوان و مخلوقات مین تصرف کرتا ہے
زندہ کرتا اور مارتا ہے اکمہ[2] و ابرص[3] کو اچھا کرتا ہے۔ اور اسی طرح اُس شخصکو

[1] حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ اسی مقام مین تھے۔ وہابی اور مرزائی اس کے منکر ہین [2] مادرزاد اندھا ۱۲

(۵) مضمون

کہ اسمِ ذاتی مین بطنِ اوّل کے ہووے اُس شخص پر کہ بطنِ ثانی مین اسمِ صفاتی کے
ہووے تقدم نہ ہووے۔ بلکہ حاصلِ اوّل فقط اُس مشہد کا ہے۔ اور حاصلِ ثانی اُسکی
نسبت کرتے لب ہووے۔ پس حکم نہ کیا جائیگا اُس شخص کی تقدیم کا کہ جس کا
مشہد اسم عالی ہے مگر اُس وقت مین کہ مدارج مین مساوی ہووین فَاسْئَلُوْا
اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (**کلمہ**) زہد۔ اوس شئے کا چھوڑنا ہے جو
ہاتھ مین تھی اور شرط اُس مین یہ ہے کہ پھر اُدھر التفات نہ ہووے ورنہ زاہد مراتب زہد (۲)
نہین بلکہ تارک ہوگا۔ اور زہد ایک مقام ہے جو پانچ مرتبون کا جامع ہے
زہد حرام مین۔ زہد شبہہ مین۔ زہد حلال مین۔ زہد مین زہد۔ اب تناولِ اشیاء
قدرتِ الٰہی سے کرتے ہین۔ پانچوان مرتبہ وہ سب سے اعلےٰ ہے کہ ولی کامل عارف
زہد مین بصفتِ اہلِ ہدایت ہوتا ہے اور ترکِ اشیا بغیر التفات اُس ترک کے
کرتا ہے اور اُس کو اقتداءِ رسالت مآب منظور ہوتی ہے کہ آپ پر دنیا باوجود عدمِ
نقصانِ آخرت کے پیش کی گئی تو بھی فقر کو اختیار فرمایا۔ بعض کا زہد اپنی ملک
سے ہوتا ہے۔ اور بعض کا ملکِ غیر سے اور قناعت اسی کا ایک شعبہ ہے اور
بعض کو دونون سے اور بعض کہ اُس کے پاس کچھ بھی نہین ہے فقیر الفطرت
ہووے تو ایسا شخص زہد طلب دنیا اور اُنکی لذتون مین کرتا ہے۔ اور یہ پانچون

مرتبے عوام کے ہین۔ اور بعض کا زہد دنیا مین واسطے آخرت کے ہوتا ہے
یہ زہد عابدون کا ہے۔ اور بعض کا زہد آخرت مین ہوتا ہی کیونکہ اعمال مین طلب
جنّت کی نیّت اخلاص کا شرک ہی۔ اور یہہ مقام والا پہلے دنیا سے پھر جنت سے
زہد کرتا ہے تا اُسکی عبادت لوجہ اللہ ہووے اور یہہ پہلی منزل سالکون کی ہے۔
اور بعض کا زہد ریاست مین ہوتاہے اور یہہ محبت وارادت کی پہلی علامت ہے
پس وہ عزت کو چھوڑ ذلت اختیار کرتا ہی اور بعض کا زہد اپنے حظّ نفس سے
ہوتا ہے اگر کسی عمل مین کوئی حظ پایا تو اُس حظ کو چھوڑتا ہے اور اگر نہ ہوسکا تو خود
اُس عمل کو چھوڑ دیتا ہے یہانتک کہ محبّتِ آلہی اس غرض سے ہنین کرتا ہے کہ
کشفِ جمال ہوا ورنہ اُس کے صفات سے اتصاف ہو بلکہ اس لئے کہ حق سبحانہٗ
محبوبیت کے لایق ہے اور بعض کا زہد اپنے افعال دیکھنے سے ہوتا ہے پس
سب فعلِ آلہی دیکھتا ہے اور بعض کو اپنے صفات مین اور بعض کو اپنے
شہود ذات مین۔ تو اب صفات صفاتِ حق اور ذات ذاتِ حق جانتا ہی
اور بعض کا زہد مطلقاً شہودِ کون مین پس مشاہدہ ہنین کرتا ہے نہ پاتا اور نہ
دیکھتا ہے مگر حق کو اب وہ للہ مع اللہ باللہ ہوجاتا ہے اور بعض کا زہد مشاہدہ
افعالیہ سے مشاہدۂ صفاتیہ کے تحقق کے لئے ہوتا ہے اور بعض کو مشاہدۂ

صفاتیہ شاہدہ اسمائیہ کے لئے اور بعض کو مشاہدہ اسمائیہ سے بلحاظ وجود تجلیات ذاتیہ
کے ہوتا ہے اور بعض کو مجالی ذاتیہ میں بلحاظ رجوع از حق بحق بسوے حق ہوتا ہے
اور زہد مجالی مذکورہ میں نہ اس اعتبار سے ہے کہ وہ اس تجلی کے تارک ہیں بلکہ اس
اعتبار سے کہ وہ ماخوذ تجلی ادنے سے ساتھ تجلی اعلے کے ہوے ہیں اور رجوع
قہقری نہیں کرتے ہیں ورنہ زہد اس کے اسما و صفات میں لایق بندہ کے نہیں
ہے بلکہ اسکے لئے اسکے ماسوا سے زہد ہوتا ہے" جب روز بعث ونشر کا ذکر
ہوا تو اس دن کے احوال اس طرح بیان فرماتا ہے۔ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ 23
اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ۝ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ 23
وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ 23
تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ۝ پھر جب صور پھونکا جائیگا تو نہ ان میں 23
اس دن رشتہ داریاں (باقی رہیں گی) اور نہ ایک دوسرے کو پوچھیگا پھر

فی جہنم خلدون۔ بدل اشتمال ہے۔ کیونکہ کافروں کا خلود فی النار ان کے خسران کو شامل ہے۔ یا
اولئک کی دوسری خبر ہے" تلفح۔ لفحته النار والسموم بحرها احرقته وبابه قطع قال الاصمعی
ما کان من الریاح له لفح فهو حر وما کان له نفح فهو برد (مختار) کالحون۔ اخرج عبد الرزاق وابن ابی
شیبه والطبرانی وغیرهم عن ابن مسعود رضی الله عنه قال کلوح الراس النضیج اذا بدت اسنانهم وتقلصت
شفاههم (در) الکلوح تقلص الشفتین عن الاسنان کما تری الرؤوس المشویه (روح البیان)

جن کا پلہ بھاری ہوا تو وہی لوگ مراد کو پہونچنے والے ہیں۔ اور جس کا پلہ ہلکا

ہے تو وہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنا آپ نقصان کیا جہنم میں ہمیشہ رہیں گے

اُن کے منھ کو آگ جھلس دیگی اور وہ وہاں بدشکل ہو رہے ہوں گے۔ اِس

آیت میں انساب نہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ انساب پر فخر نہ کریں گے جسطرح

دنیا میں فخر کرتے تھے۔ یا یہ کہ بغیر مشیتِ الٰہی نسب نفع نہیں دیگا جس طرح کہ

عمل نفع نہیں دیگا۔ حدیث صحیح میں آیا کہ لَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اَحَدٌ بِعَمَلِهٖ۔ بلکہ اُسی کے

فضل سے نسب بھی نفع دیگا چنانچہ فرمایا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ

اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ۔ یعنے اہلِ جنت کے عالی منزلت ایمان داروں کے ساتھ

انکی ذریات کو بھی کر دیگا۔ اور اُسی کے فضل سے عمل بھی نفع دیگا چنانچہ

فرمایا۔ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا[۱]

کہ قیامت کے دن اللہ تعالےٰ اگلوں اور پچھلوں کو جمع فرمائیگا پھر

پکارنے والا پکاریگا کہ آگاہ رہو کہ جس کا جو کچھ حق ہو چاہئے کہ وہ آئے اور

اپنا حق لے۔ تو (یہ سنکر) آدمی خوش ہوگا کہ اُسکا کوئی حق اُس کے باپ

یا اولاد پر یا جورو پر ہوئے اگرچہ تھوڑا ہی ہو اور اس کے مصداق کے لئے

[۱] ابن المبارک نے زہد میں اور ابن جریر و ابن منذر و ابن ابی حاتم اور ابو نعیم حلیہ میں اور ابن عساکر (در)۔

یہی آیت فاذا نفخ فی الصور۔ پڑھی" لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مبارک نسب ہر وقت کام آئیگا چنانچہ[1] رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روز قیامت نسب منقطع ہو جائینگے۔ سوائے میرے نسب وسبب[2] وصہر (یعنے رشتہ خسر و دامادی) کے شیخ ابن کثیر نے کہا کہ اس حدیث کی اصل صحیحین مین ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "فاطمہ مجھ مین سے ایک پارہ ہی جو شئے اُسے دلگیر کرے مجھے دلگیر کرتی ہے۔ اور جو چیز اُسے ایذا دے مجھے ایذا دیتی ہے" امام احمد رحمہم اللہ نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس منبر پر فرماتے سنا ہی کہ کیا حال ہے اُن لوگون کا جو کہتے ہین کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ناتا اُن کی قوم کو نفع نہ بخشیگا۔ بلکہ ضرور نفع دیگا۔ اللہ کی قسم ہے میرا ناتا تو دنیا و آخرت مین ملا ہوا ہے۔ اے لوگو مین تو تمھارا فرط[3] ہون الخ حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے متعدد طرق و اسانید سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچی ہے کہ جب آپ نے

---

[1] امام احمد و طبرانی و حاکم اور بیہقی اپنی سنن مین مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے (در) [2] جیسے رضاعت وغیرہ۔ ۱۲ [3] پیش رفتن بآب برگروہی براے اصلاح حوض و دلو و نگاہداشتن آن (منتخب) طبرانی و بزار و ہیثم بن کلیب و بیہقی او رضیاء مختارہ مین (ابن کثیر) ۱۲۔

امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی دختر ام کلثوم رضی اللہ عنہا (ابنت فاطمہ رضی اللہ عنہا) سے نکاح کیا تو کہا "اے لوگو آگاہ رہو کہ واللہ مجھے کچھ بی بی کی حاجت نہ تھی لیکن میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا "کُلُّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ مُنْقَطِعٌ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِلَّا سَبَبِیْ وَنَسَبِیْ یعنے ہر سبب و نسب قیامت کے روز منقطع ہوگا سوائے میرے سبب و نسب کے۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے بسبب حضرت[1] ام کلثوم کی اکرام و بزرگی کے مہر چالیس ہزار درہم مقرر فرمایا" بعد بیانِ عذاب کفار اُن کے زجر و توبیخ کا حال اس طرح ذکر فرماتا ہے۔ اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ۝ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا

شَقٰوَتُنَا حمزہ و کسائی ساتھ فتح شین و قاف و زیادتی الف کے ۱۲

[1] فقیر کہتا ہے کہ صحیح بخاری باب حمل النساء القرب الی الناس فی الغزو صفحہ (۴۰۳) میں یہ حدیث ہے فقال له بعض من عندہ یا امیر المؤمنین اعط هذا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التی عندك یریدون ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما الخ یعنے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے چادروں کو عورتوں میں تقسیم فرمایا ایک چادر بچ گئی تھی تو حاضرین میں سے کسی نے آپ سے کہا کہ یہ چادر بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیجئے جو آپ کے پاس (یعنے آپ کی بی بی) ہیں الخ اس حدیث سے یہ بھی بات ثابت ہوتی ہے کہ صحابۂ کرام نواسی کو بھی بنت رسول اللہ کا لقب دیتے تھے۔ اور یہ اُسکی اقتدا تھی جو خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کل بنی ام ینتمون الی عصبة الا ولد فاطمه فانا ولیهم وانا عصبتهم رواه الطبرانی ۱۲
شقوتنا ۔ قال مجاهد شقوتهم التی کتبت علیهم ۔ اخرجه عبد بن حمید وابن جریر وابن ابی حاتم (در)

فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ۝ (اللہ تعالےٰ بطور ملامت اُن سے فرمائیگا کہ) کیا میری آیتین تم پر نہین پڑھی جاتی تھین پھر تم اُن کو جھٹلاتے تھے۔ وہ کہین گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم پر ہماری بدبختی غالب آگئی اور ہم لوگ بہکے رہے۔ اے ہمارے پروردگار ہمکو اس جہنم سے نکال پھر اگر ہم (ایسا) کرین تو ہم قصوروار ہین۔ یعنے مین نے تمھارے پر رسول بھیجے۔ کتابین اُتارین۔ تمھارے شبہات دور کیے اب تمھارے لیے کوئی حجت ودلیل باقی نہین رہی۔ تو اس کے جواب مین کچھ بن نہ آئیگا تو کہین گے کہ ہم پر حجت قایم ہوگئی۔ ہماری بدبختی اور خواہشات نفس نے ہمین گمراہ بنایا۔ اب ہمین اس آگ سے نکال اور دنیا مین واپس بھیجدے اگر پھر ہم وہی کام (یعنے شرک وکفر) کرین تو ہم البتہ ظالم اور مستحق عذاب ہین۔ چنانچہ دوسری جاے فرمایا فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ یعنے ہم نے اپنے گناہون کا اقرار کیا تو اب نکلنے کی کوئی راہ ہے۔ تو کچھ جواب ملیگا۔ قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ۝ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ۝ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا

اخسئوا۔ يقال خسأ الكلب وخسأ بنفسه من خسأت الكلب اذا زجرته فخسأ يعنى لازمى ومتعدى دونون طرح سے آيا ہے ۱۲

سُخْرِیًّا نافع وحمزہ وکسائی ساتھ ضم سین کے باقی بکسرہ سین یعنے زیادہ کی ... دونون قرأت کا ایک ہی معنی ہے مسخرہ اسی سے ہے ۱۲

صَبَرُوٓا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○ اللہ فرمائے گا کہ اسی جہنم مین خوار و ذلیل پڑے
رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔ ایک گروہ میرے بندون مین ایسا بھی تھا جو کہا کرتے
تھے کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لائے تو ہمکو بخشدے اور تو ہم پر رحم فرما اور
تو سب سے بہتر مہربان ہے۔ تو تم نے اُن کو مسخرہ بنایا یہانتک کہ اُنھون نے تم کو
میری یاد بھلا دی اور تم اُن سے ہنستے رہے (یعنے تم اُن کی ہنسی اُڑانے مین میرا ذکر
شغل سب بھول گئے) مین نے آج اُن کے صبر کا اُن کو بدلا دیا کہ وہی مراد کو پہونچے
حکم ہوگا کہ تم اسی مین ذلیل وخوار پڑے رہو۔ اور نہ بات کرو۔ یعنے پھر نکالنے کا
سوال نہ کرو کیونکہ ایسے مہمل سوال کا کوئی جواب نہین پھر اللہ تعالے اُن کے وہ
گناہ جو حد سے بڑھے ہوئے تھے یاد دلاتا ہے کہ تم نے مومنین سے اور میرے دوستون
سے جو میرے سے تضرع وزاری کرتے تھے ہنسی کی اور اسطرح اُن سے مسخرہ
پن کرنے لگے کہ میری یاد بھلا دی اور تم اُنکی دعا وعبادت پر ہنستے تھے جب تم اُنکی
دُعا رَبَّنَآ اٰمَنَّا پر ہنستے تھے تو اب کیون ربنا کہکے پکار رہے ہو۔ پھر اللہ تعالے اپنے
دوستون کو جو کافرون کی ایذا اور استہزا پر صبر کرتے تھے یہ بدلا دیا کہ وہ سعادت
ابدی سے فائز ہوئے اور کافرون کو حسرت دلاتا ہے کہ تم نے تھوڑی سی عمر کو
مضحکہ اور تمسخر مین کہو دیا۔ اگر میری ادائی عبادت پر صبر کرتے تو وہی مقامات و

درجات جس طرح متقیون کو عنایت ہوے تم کو بھی سرفراز ہوتے چنانچہ فرماتا ہے

قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ ○ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَادِّينَ ○ قٰلَ إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ○ فَتَعَالَى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ ○

(پھر اللہ) فرمائیگا تم کتنے سال زمین مین رہے۔ وہ کہین گے کہ ہم ایک دن یا ایک دن سے بھی کم رہے تھے تو گن نے والون (یعنی فرشتون) سے پوچھ لے۔ فرمائیگا کہ تم تہوڑی ہی دیر رہے کاش تم جانتے ہوتے۔ تو کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو بیکار پیدا کر دیا ہے اور یہہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے نہ جاؤگے تو اللہ بادشاہ برحق تر ہے کوئی اُسکے سوا معبود نہین عرش بزرگ کا مالک ہے۔ یعنے تمھاری اقامت دنیا مین کسقدر رہوی بولین گے ایک دن پورا یا تھوڑا دن (یعنے باعتبار اس دوامی حیات کے دنیوی زندگی کچھ بھی نہین۔) اے پروردگار تو حساب کرنے والے (فرشتون سے) پوچھ لے حکم ہوگا بہرحال

قُل ابن کثیر وحمزہ وکسائی سا شہ ضم قاف اور سکون لام بصیغہ امر پڑھتے ہیں۔

فسئل ابن کثیر و کسائی سا تہ فسل پڑھتے ہیں۔ قُل حمزہ و کسائی ... لا ترجعون حمزہ و کسائی بصیغہ معروف

عبثا۔ اے عابثین یا مفعول لہ ہے اے ما خلقنکم للعبث۔ والعبث ہو ما لیس لفاعلہ غرض صحیح وارتکاب امر غیر معلوم الفائدۃ۔ الکریم۔ کرم کے معنے خوبصورت اور اچھی شکل کے بھی ہوتے ہین۔ اور عرش کا ذکر اسلئے فرمایا کہ وہ تمام مخلوقات کا سقف ہے (ابن کثیر) ۱۲

تم تھوڑی مدت رہی کاش اگر تم جانتے۔ تو اس فانی کو اس باقی پر ترجیح نہ دیتے۔ اور لذائذِ دنیوی مین گرفتار ہوکر آخرت کو نہ بھول جاتے۔ اور اسطرح اپنے نفوس کی تکمیل کا زمانہ ضایع نہ کرتے ؁

اِذَا کَانَ رَأسُ الْمَالِ عُمْرَکَ فَاحْتَرِسْ۔	عَلَیْہِ مِنَ الْاِنْفَاقِ فِیْ غَیْرِ وَاجِبٍ
جبکہ تیری عمر ٹھہری راسِ مال	پھر نہ بیجا صرف کر اے خوش خصال
ہر دم از عمرِ گرامی ہست گنج بے بدل	میرود گنجے چنین ہر لحظہ بر باد آہ آہ

پھر کافرون کو زجر و توبیخ فرماتا ہی کہ کیا تم نے گمان کیا تھا کہ ہم نے تم کو عبث پیدا کیا ہے یعنے بغیر قصد و ارادے اور بغیر حکمت کے پیدا کیا ہے۔ بعضون نے کہا کہ واسطے عبث کے یعنے لہو و لعب مین رہنے اور بیکاری مین گذارنے کے لئے پیدا کیا جسطرح جانور کہ نہ اُن کے لئے ثواب ہی نہ عذاب ہی بلکہ ہم نے تم کو عبادت کے لئے پیدا کیا۔ اور تم نے یہ سمجھا تھا کہ تم آخرت مین ہماری جانب نہ پلٹائے جاؤگے۔ پھر اپنی ذاتِ پاک کو فعلِ عبث سے منزّہ فرماتا ہی کہ اللہ تعالے پاک برتر بادشاہِ برحق ہے (وہ شئے عبث کے پیدا کرنے سے مقدّس ہے۔) کوئی معبود اُس کے سوائے نہین عرشِ کریم کا رب ہی۔ عبداللہ ابن مسعودؓ نے

؁ حکیم ترمذی و ابو یعلی و ابن ابی حاتم اور ابن سنی عمل یوم ولیلہ مین اور ابو نعیم حلیہ مین اور ابن مردویہ (د ر) ۱۲

ایک مرد آفت زدہ (جس کو خلل جن تھا) یہی آیت اَفَحَسِبْتُمْ کو آخر سورت
تک اُس کے کان مین پڑھ دی۔ وہ اچھا ہو گیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و
سلم نے فرمایا کہ تم نے اُس کے کان مین کیا پڑھا۔ انہون نے بیان کیا تو آپنے
فرمایا کہ قسم اُسکی جس کے قبضہ مین میری جان ہے کہ اگر یقین والا آدمی اسکو
پہاڑ پر پڑھے تو وہ بھی ٹل جائے۔[لہ] ابراہیم ابن الحارث تیمی سے روایت ہے
کہتے ہین کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمکو ایک لشکر مین روانہ فرمایا اور
حکم کیا کہ ہم لوگ صبح و شام یہ پڑھ لیا کرین۔ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّاَنَّکُمْ اِلَیْنَا
لَا تُرْجَعُوْنَ۔ تو ہم اُسکو پڑھ لیا کرتے تھے تو سالم و غانم واپس آئے۔ **حکایت**
حضرت بہلول فرماتے ہین کہ مین ایک روز راستہ سے بصرہ کے جا رہا تھا۔
لڑکے جوز و بادام سے کھیل رہے تھے۔ ایک صاحبزادے اُن لڑکون کو دیکھتے تھے
اور روتے جاتے تھے۔ مجھے خیال ہوا کہ یہ صاحبزادے کے پاس کھیلنے کیلئے
کچھ بھی نہین جو لڑکون کے ہاتھ مین ہے اسکو دیکھکر حسرت سے رو رہے ہین۔
مین نے عرض کیا کہ کیون روتے ہین فرمایئے تو مین آپ کے کھیلنے کے لئے

حکایت

لہ ابن سنی و ابن مندہ اور ابو نعیم معرفت مین ساتھ سند حسن کے (ر) کہ صواعق محرقہ
صفحہ (۱۲۷) و روح البیان و حکایت الصالحین ۱۲

جوز و بادام خرید کرلاؤن ۔ آپ نے میری طرف ایک نظر کی اور فرمایا مَا
لِلّعَبِ خُلِقۡنَا یعنے ہم کھیل کے لیے نہین پیدا کیئے گئے ہین ۔ مین نے پوچھا
پھر آپ فرمایئے کہ ہم کس لئے پیدا ہوے ہین ۔ فرمایا علم وعبادت کے لئے
مین نے کہا یہ کہان سے آپ کو معلوم ہوا ۔ فرمایا اللہ کے اس قول سے ۔
اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا خَلَقۡنٰکُمۡ عَبَثًا وَّاَنَّکُمۡ اِلَیۡنَا لَا تُرۡجَعُوۡنَ ۔ مین نے کہا کچھ مجھے نصیحت
کیجیے ۔ آپ نے اشعار مین کچھ نصیحت کی پھر خود ہی بیہوش ہوکر گر گئے ۔
مین آپ کا سر اپنے گود مین لیا ۔ اور اپنی آستین سے آپ کے چہرۂ مبارک
سے مٹی پوچھنے لگا جب افاقہ ہوا تو مین نے عرض کیا کہ کیون اسطرح آپکا
حال ہوا ابھی تو آپ چھوٹے ہین معصوم ہین ۔ فرمایا اے بہلول تو مجھ سے
دور ہو جا ۔ مین نے اپنی والدہ کو دیکھا ہی کہ بڑے لکڑیون سے آگ سلگا لی
ہین تو نہین سلگتی ہے جب تک کہ چھوٹی لکڑی سے نہ سلگا لی جائے ۔ مجھے
خوف ہوتا ہی کہین مین اُن چھوٹی لکڑیون مین سے جہنم کے نہ ہو جاؤن ۔
پھر مین نے لوگون سے پوچھا تو کہا یہ اولادِ امام حسین علیہ السلام سے (گیارھوین امام
ابو محمد حسن خالص علیہ السلام) ہین ۔ عجب بیان فرمایا کہ بادشاہ برحق اور خدا ہے
واحد اُسی کی ذات پاک ہی ۔ تو اب جو کوئی دوسرے الہ کا مدعی ہوئے تو

اُسکا دعوے باطل ہی کیونکہ اسپر کوئی دلیل نہین۔ اور بے دلیل کے کوئی
بات بھی ثابت نہین ہوسکتی اس لئے فرمایا وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ -11
لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ اور جو اللہ
کے ساتھ دوسرے معبود کی بھی عبادت کرے جس کی اُس کے پاس کوئی
دلیل نہین۔ تو اُسکا حساب اُس کے پروردگار کے پاس (ہونا) ہے بیشک
کافر نجات نہ پاوینگے۔ یعنے جو اُس معبود حقیقی کے سوا دوسرے معبود
کی عبادت کرے تو اُس کے لئے کوئی دلیل وحجت نہین پھر اللہ تعالےٰ اُس سے
حساب لیگا۔ اور اُس بُرے عقیدہ پر مواخذہ کریگا۔ بے شک کافر نجات و
فلاح نہ پاوینگے۔ ابتدائے سورہ مین قد افلح المؤمنون فرماکے اپنی دوستونکو
بشارت دی۔ اور قریب ختم لا یفلح الکفرون فرماکے اعدا کو ڈرایا۔ جب
احوال کفار کی شرح ہوچکی کہ دنیا مین جاہل رہے اور آخرت مین معذب ہونگے۔
اب اپنی نبی سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے منقطع ہوکر اپنے ہی طرف 11
متوجہ ہونیکے لئے حکم فرماتا ہی۔ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ اور

لا برهان له یہ جملہ معترضہ ہے اور جواب شرط فانما حسابه عند ربه ہے۔ یعنے اللہ تعالےٰ اُسکا
حساب لیگا (ابن کثیر) ابن ابی شیبہ وعبد بن حمید وابن جریر وابن منذر وابن ابی حاتم مجاہد سے
کہ آپ نے فرمایا لا برهان له۔ لا بینة له (در) انه ضمیر شان ہے ۱۲۔

(اے پیغمبر) کہو اے میرے پروردگار معاف کر اور رحم فرما اور تو سب سے بہتر رحم فرمانیوالا ہی۔ یعنی تیرے کمالِ معرفت مین جو مجھسے تقصیر ہوی ہے اسکو بخشدے اور مقامِ عروج کی ترقی کے لئے مجھپر رحم کر غرض ہرایک کا گناہ اُس شخص کے حال و مقام کے موافق ہوتا ہی۔ آدمی کو چاہیئے کہ ہر گنہ کے بعد توبہ کرے۔ اگر پھر گناہ ہو تو پھر توبہ کرے۔ یہ خیال نہ کرے کہ کتنے بار توبہ کرون اور کتنے بار توڑون۔ کیونکہ اس مین دو فائدے ہین ایک تو یہ کہ توبہ کرے بعد شاید موت آجائے اور پھر گناہ کرنیکی نوبت نہ آئے دوسرا یہ کہ اگر توبہ پر استقامت ہوی تو فہو المطلوب۔ ورنہ گذشتہ گناہ تو معاف ہوگئے

آنکہ ناخواستہ عطا بخشد	گر تو خواہش کنی جہا بخشد
پادشاہیست او اگر خواہد	ہر دو عالم بیک گدا بخشد

بے استحقاق کے دینا کریم کا کام ہے۔ کیا مخلوق کے گناہ اللہ کی رحمت سے بڑھکر ہین۔ کیا اُنکی آلودگی اُسکی کمال قدوسی کو ملوّث کرتی ہے۔ اگر تو چیونٹی ہے تو سلیمان کیطرح آ۔ اپنی تردامنی اور گناہون مین ملوّث ہونیکو نہ دیکھ۔ اُسکی قدرت و رحمت کو دیکھ کہ کافر کو مومن۔ عاصی کو مطیع شقی کو ولی کرتا ہی حکایت ایکدن مشرک زنّار دار اپنی زنار کو آراستہ کر رہا تھا۔ رحمت حق نے اُسے گھیرا۔ اور زنار ہی مین سے ایک سر ظاہر ہوا عشق و محبت الٰہی نے بیقرار کیا۔ گھر سے باہر دوڑتا اور یہ نعرہ کرتا نکلا

اَیْنَ اللہُ یعنے اللہ کہان ہے۔ مین اُسکو ڈہونڈہ رہا ہون شہر بشہر پھرتا پھرتا جبل لبنان پر (جہان ابدال واوتاد رہتے تھے) آیا۔ چھ آدمیون کو دیکھا کہ کسی کے منتظر کھڑے ہین۔ اور اُن کے سامنے ایک جنازہ دہرا ہے۔ چاہا کہ اُنکا حال دریافت کرے۔ اُنہون نے کہا تم اس جنازہ کی نماز امام ہوکے پڑہا دو پھر قصہ بیان کرین گے۔ جب اس شخص نے نماز پڑہائی اور دفن ہوگیا تو اُن لوگون نے کہا ہم وہی سات شخص ہین جنسے عالم قایم ہے۔ تم نے جسکی نماز پڑہائی یہ ہمارے سردار قطبِ عالم تھے جب وقتِ نقلِ مکان آیا اور آخری وقت ہوا تو فرمانے لگے کہ بعد موت مجھے نہلا دہلا کر جنازہ مین رکھو اور منتظر رہو کہ ایک شخص کسی جانب سے آئینگے اُنسے کہنا کہ میرے جنازہ کی نماز پڑہائین۔ پھر وہی میرے بدل قطبِ عالم ہونگے۔ کسی بزرگ نے فرمایا عِلْمُہٗ بِمَعَاصِیْنَا فِی الْاَزَلِ لَا یَمْنَعُہٗ عَنْ اِیْجَادِنَا۔ فَمَعَاصِیْنَا کَیْفَ یَمْنَعُہٗ عَنْ تَطْهِیْرِنَا بِالْعَفْوِ وَالْغُفْرَانِ۔ یعنے باوجودیکہ وہ علمِ ازلی سے ہمارے گناہون کو جانکر ہمین لباسِ وجود پہنایا۔ اور ہمارے گناہون کا علم اُسکو پیدا کرنے سے مانع نہ ہوا۔ تو اب ہمارے گناہ اُسکی مغفرت کو کسطرح مانع ہوسکتے ہین

مثنوی عاصیٔ بیچارہ نومید | کہ چون پیدا شود اشراق خورشید
اگر افتد بقصرِ بادشاہی | ہم افتد نیز بر کنجِ گدائی

22 –
23-الم
24- ال